ہوگا کچھ تو عموماً طبائع ہی ایسے امور کی طرف مائل اور متوجہ ہیں اور کچھ تغافل علماء
علما کی وجہ سے اس مذہب کی روز افزوں ترقی میں کمی نہیں ہوئی چونکہ
ایسی بدعت تازہ کے شیوع کے وقت ہر شخص کو ضرور ہے کہ جہاں تک
ہو سکے روکنے کی فکر کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ آخری زمانہ میں اس
قسم کے فتنوں کا شیوع لازمی ہے کیونکہ کچھ نہ ہو تو اتنا ضرور ہو گا کہ من
کثر سواد قوم فھو منھم کا مصداق بنے گا۔ اس لئے میں نے مناسب
سمجھا کہ تائید الحق کا بھی جواب لکھوں اور اس کے ضمن میں ازالۃ الاوہام
کے بعض مباحث پر بحسب ضرورت بحث کروں جس سے حقیقت اس
نئے مذہب کی کھل جائے اور اہل انصاف وطالبین حق کے بکار آمد ہو
واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وما علینا الا البلاغ۔
مولوی صاحب نے تمہید میں پہلا عنوان یہ قائم کیا کہ سچے
خیر خواہوں کے ساتھ ہمیشہ کیسا سلوک ہوا اس میں بہت سی نظیریں
پیش کیں جن سے مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تکفیر و تفسیق جو ہو رہی
ہے وہ بھی اسی قسم کی ہے اس موقع میں ہم یہ بیان کرنا نہیں چاہتے کہ
مرزا صاحب کیسے شخص ہیں اور ان القاب کے مستحق ہیں یا نہیں اس وقت
ہمارا روئے سخن صرف اس تمہید کی طرف ہے کہ آیا وہ مسکت خصم ہے
یا نہیں۔ کتب تواریخ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے اب تک کوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ پیشتر ایک رسالہ مسمی بافادۃ الافہام لکھنے کا اتفاق ہوا تھا جس میں ازالۃ الاوہام کے اُن کے استدلالوں کا جواب دیا گیا جو مرزا صاحب نے آیات قرآنی سے کیا۔ اس کے بعد تائید الحق مصنفہ مولوی حسن علی صاحب لکچرار دیکھنے میں آئی۔ جس میں انہوں نے ایک لمبی چوڑی تمہید کرکے مدبرانہ انداز سے مرزا صاحب کی تائید کی اس تقریر کا یہ اثر دیکھا گیا کہ ہمارے ہم مشرب بعض حضرات بھی اُس کی تحسین کرنے لگے اور تعجب نہیں کہ اس نے بہتوں کو متزلزل کردیا ہو

اس میں شک نہیں کہ بعض جادو بھری تقریریں ایسے ہی پرتاثیر ہوا کرتے ہیں کہ دلوں کو ملا دیتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا مگر جب اہل انصاف طالبین حق کے روبرو اصلی واقعات اور ملمع سازیاں مقررون کی بیان کی جاتی ہیں تو وہ فوراً اپنے خیال سے رجوع کر جاتے ہیں اور جو لوگ نفسانیت کی راہ سے سخن پروری میں پڑ جاتے ہیں وہ اُسی خیال پر اڑے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پُر اثر تقریروں کے زور سے مذاہب باطلہ بکثرت بنتے گئے اور عوام الناس کبھی ان کے دام میں آ بھی گئے تو علما کے سمجھانے سے پھر راہ راست پر آ گئے لیکن چند سخن پرور انہی خیالات پر جمے رہتے تھے جن کے اتباع اُن مذاہب کو زندہ رکھنے والے اب تک موجود ہیں اور ہر وقت اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اُن باطل مذاہب کو ترقی دیں **الحاصل** جب کبھی نئے مذہب کی بنیاد پڑی تو علمائے حقانی نے اُسکے قلع و قمع کی فکر کی اور بفضلہ تعالےٰ اُس کا اثر بھی ہوتا گیا کہ عموماً وہ مذاہب باطلہ کے لقب کے ساتھ مشہور رہے اور اہل انصاف و حق پسند اُس سے محترز رہے۔ فی الواقع یہ علما کا فرض منصبی ہے کہ بقدر وسع حق کی تائید میں کمی نہ کریں ہر چند اس نو ایجاد مذہب قادیانی کے رد کی طرف بعض علما متوجہ ہیں مگر بحسب اقتضائے زمانہ جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں باطل کا شیوع

ہوگا کچھ تو عموماً طبائع ہی ایسے امور کی طرف مائل ومتوجہ ہیں اور کچھ تغافل علماء کی وجہ سے اس مذہب کی روز افزوں ترقی میں کمی نہیں ہوئی چونکہ ایسی بدعت تازہ کے شیوع کے وقت ہر شخص کو ضرور ہے کہ جہاں تک ہو سکے روکنے کی فکر کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ آخری زمانہ میں اس قسم کے فتنوں کا شیوع لازمی ہے کیونکہ کچھ نہ ہو تو اتنا ضرور ہو گا کہ من کثر سواد قوم فہو منہم کا مصداق بنے گا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تائید الحق کا بھی جواب لکھوں اور اس کے ضمن میں ازالۃ الاوہام کے بعض مباحث پر حسب ضرورت بحث کروں جس سے حقیقت اس نئے مذہب کی کھل جائے اور اہل انصاف وطالبین حق کے بکار آمد ہو واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وما علینا الا البلاغ۔

مولوی صاحب نے تمہید میں پہلا عنوان یہ قائم کیا کہ سچے خیر خواہوں کے ساتھ ہمیشہ کیسا سلوک ہوا اس میں بہت سی نظیریں پیش کیں جن سے مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تکفیر وتفسیق جو ہو رہی ہے وہ بھی اسی قسم کی ہے اس موقع میں ہم یہ بیان کرنا نہیں چاہتے کہ مرزا صاحب کیسے شخص ہیں اور ان القاب کے مستحق ہیں یا نہیں اس وقت ہمارا روئے سخن صرف اس تمہید کی طرف ہے کہ آیا وہ مسکت خصم ہے یا نہیں۔ کتب تواریخ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے اب تک کوئی

زمانہ نہیں گذرا جس میں مفتری کذاب بے دین پیدا نہ ہوے اور اُس زمانے
کے عمائد دین اور علمائے حقانی نے اُن کی تکفیر نہ کی ہو جتنے مذاہب باطلہ
آج کے زمانہ میں پائے جاتے ہیں سب کے موجد زمانۂ سابقہ ہی کے لوگ
ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ایسے لوگ اُس زمانے میں نہیں نکلے
یا اُن کی تکفیر نہیں ہوئی نہ یہ کوئی کہہ سکتا کہ ہے کہ اُن کی تفسیق بے موقع
تھی کیا وہ اپنے مذاہب کی اشاعت کے لئے اپنی مظلومی بیان کر کے
اسی قسم کے استدلال نہ کرتے ہوں گے پھر کیا اس قسم کے نظائر حقانیت
پر دلیل ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ جو بد سلوکیاں کی گئیں
وہ ایک قسم کا عذاب الٰہی تھا جس کی طرف اشارہ اس آیۂ شریفہ میں ہے
ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر
لعلھم یرجعون یعنے چکھائیں گے ہم ان کو چھوٹے عذاب سوائے
بڑے عذابوں کے کہ شاید وہ رجوع کریں اور فرماتا ہے واما الذین
فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم
وماتوا وھم کافرون اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ
او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرون یعنے جن کے دل میں
بیماری ہے سو اُن کو بڑھائی گندگی پر گندگی اور مرے جب تک وہ کافر
رہے یہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمانے میں آتے ہیں ہر برس ایک بار یا دو بار پھر

زمانہ نہیں گذرا جس میں مفتری کذاب بے دین پیدا نہ ہوئے اور اُس زمانے
کے عمائد دین اور علمائے حقانی نے اُن کی تکفیر نہ کی ہو جتنے مذاہب باطلہ
آج کے زمانہ میں پائے جاتے ہیں سب کے موجد زمانۂ سابقہ ہی کے لوگ
ہیں اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ایسے لوگ اُس زمانے میں نہیں نکلے
یا اُن کی تکفیر نہیں ہوئی نہ یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُن کی تفسیق بے موقع
تھی کیا وہ اپنے مذاہب کی اشاعت کے لئے اپنی مظلومی بیان کرکے
اسی قسم کے استدلال نہ کرتے ہوں گے پھر کیا اس قسم کے نظائر حقانیت
پر دلیل ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے ساتھ جو بدسلوکیاں کی گئیں
وہ ایک قسم کا عذاب الٰہی تھا جس کی طرف اشارہ اس آیۂ شریفہ میں ہے
ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر
لعلھم یرجعون یعنے چکھائیں گے ہم ان کو چھوٹے عذاب سوائے
بڑے عذابوں کے کہ شاید وہ رجوع کریں اور فرماتا ہے واما الذین
فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الیٰ رجسھم
وماتوا وھم کافرون اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ
او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرون یعنے جن کے دل میں
بیماری ہے سو اُن کو بڑھائی گندگی پر گندگی اور مرے جب تک وہ کافر
رہے یہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمانے میں آتے ہیں ہر برس ایک بار یا دو بار پھر

کہ ہر زمانہ میں حق تعالےٰ کسی ایسے شخص کو پیدا کر دیتا ہے جس سے بہت سے ہدایت پاتے ہیں اور بہت گمراہ ہوتے ہیں۔ انبیا گو خاص ہدایت کیلئے مبعوث تھے مگر اُن کے نہ ماننے والے گمراہ ہوئے اور بہت سے مفتری کذاب گو گمراہ کرنے کے واسطے پیدا ہوسے ہیں مگر اُنسے بھی صفت جمال اپنا کام لیتی ہے کہ اُن کے نہ ماننے والے ہدایت پر سمجھے جاتے ہیں جس کو خدائے تعالےٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اُس کا سینہ حق بات کے ماننے کیلئے وسیع اور کشادہ ہو جاتا ہے اور جس کی گمراہی منظور ہوتی ہے اُس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے کما قال تعالےٰ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقًا حرجا کانما یصعد فی السماء ؏ وسعت سینہ کی یہ دلیل ہے کہ ہدایت کی بات اُس میں سما جائے علیٰ ہذالقیاس تنگی سینہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ بات اُس کے سینے میں گنجایش نہ کرے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل باطل کا سینہ باطل کے لئے کشادہ اور اہل حق کا دل اُس سے تنگ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وسعت و تنگی دونوں کے لئے ہوا کرتی ہے اس وجہ سے کوئی شخص حق و باطل میں اپنے دل کے مشورہ سے تمیز نہیں کر سکتا بلکہ وہ جس بات کا قائل ہوتا ہے اُس چیز کو حق سمجھنے لگتا ہے جس سے پوچھئے اُس کا یہی دعوے ہے کہ میں حق پر ہوں اور اُس سے نہایت خوش رہتا ہے کما قال تعالیٰ

سورۂ انعام رکوع ع (۱۵)

کہ ہر زمانہ میں حق تعالے کسی ایسے شخص کو پیدا کر دیتا ہے جس سے بہت سے
ہدایت پاتے ہیں اور بہت گمراہ ہوتے ہیں۔ انبیا گو خاص ہدایت کیلئے
مبعوث تھے مگر اُن کے نہ ماننے والے گمراہ ہوئے اور بہت سے مفتری
کذاب گو گمراہ کرنے کے واسطے پیدا ہوئے ہیں مگر اُنسے بھی صفت جمال
اپنا کام لیتی ہے کہ اُن کے نہ ماننے والے ہدایت پر سمجھے جاتے ہیں جس کو
خدائے تعالےٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اُس کا سینہ حق بات کے ماننے کیلئے
وسیع اور کشادہ ہو جاتا ہے اور جس کی گمراہی منظور ہوتی ہے اُس کا سینہ
تنگ ہو جاتا ہے کما قال تعالےٰ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ
للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما
یصعد فی السماء ۶ وسعت سینہ کی یہ دلیل ہے کہ ہدایت کی بات اُس میں
سما جائے علیٰ ہذالقیاس تنگی سینہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ بات اُس کے سینے
میں گنجایش نہ کرے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل باطل کا سینہ باطل کے لئے
کشادہ اور اہل حق کا دل اُس سے تنگ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ
وسعت و تنگی دونوں کے لئے ہوا کرتی ہے اس وجہ سے کوئی شخص حق و
باطل میں اپنے دل کے مشورہ سے تمیز نہیں کر سکتا بلکہ وہ جس بات کا قائل
ہوتا ہے اُس چیز کو حق سمجھنے لگتا ہے جس سے پوچھئے اُس کا یہی دعوے
ہے کہ میں حق پر ہوں اور اُس سے نہایت خوش رہتا ہے کما قال تعالیٰ

سورۂ انعام رکوع ۱۵

کی یہ صورت کہ تمام اقران و معاصرین میں ممتاز اکل حلال کی یہ کیفیت
کہ اپنے ہاتھ سے بوریا بُن کر اُس سے اوقات بسر کرتا کسی سے کچھ قبول
نہ کرتا جب کوئی اُس کے پاس جاتا تو سوائے وعظ و نصیحت کے کسی بات سے
سروکار نہیں غرض تقویٰ طہارت۔ زہد۔ ریاضت میں اُس کو وہ شہرت
حاصل ہوئی کہ کسی زاہد و عابد کو اُس کے مقابلہ میں فروغ نہ رہا جب دیکھا
کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی بات کا پورا اثر ہونے لگا تو مشہور مسائل
نماز وغیرہ میں تصرف کر کے خلاف اجماع و مذاہب تعلیم شروع کی جب
اُس میں بھی کامیابی ہو گئی تو آہستہ آہستہ خیر خواہانہ یہ تمہید کی کہ طالبین
حق کو ضرور ہے کہ کسی ایسے امام کے ہاتھ پر بیعت کریں جو اہل بیت نبوی
سے ہو۔ غرض پوری طور پر اپنے مقصود کی تمہید ذہن نشین کر کے شام کو
چلا گیا وہاں بھی یہی طریقہ اختیار کر کے لوگوں کو امام برحق کا مشتاق بنا دیا
چونکہ دعوت اُس کی کسی معین شخص کے طرف نہ تھی اس لئے بعضوں کا
خیال تھا کہ محمد بن اسمٰعیل امام وقت ہوں گے اور بعض کسی دوسرے کو خیال
کرتے تھے۔ بہرحال سب کو یہی انتظار تھا کہ امام وقت اب ظاہر ہونا چاہتے
ہیں کہ ایک شخص قرامطے جن میں یہ شخص تھا ظاہر ہو کر مہدویت کا دعوے
کیا اس مہدی کا اصلی نام ذکرویہ یحییٰ تھا مگر اپنا نام محمد بن عبد اللہ بن اسمٰعیل بن
جعفر صادق ظاہر کیا حالانکہ اسمٰعیل ابن جعفر کا کوئی فرزند عبد اللہ نام نہ تھا

کی یہ صورت کہ ہم اقران و معاصرین میں ممتاز اکل حلال کی یہ کیفیت
کہ اپنے ہاتھ سے بوریا بُن کر اُس سے اوقات بسر کرتا کسی سے کچھ قبول
نہ کرتا جب کوئی اُس کے پاس جاتا تو سوائے وعظ و نصیحت کے کسی بات سے
سروکار نہیں غرض تقویٰ طہارت۔ زہد۔ ریاضت میں اُس کو وہ شہرت
حاصل ہوئی کہ کسی زاہد و عابد کو اُس کے مقابلہ میں فروغ نہ رہا جب دیکھا
کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی بات کا پورا اثر ہونے لگا تو مشہور مسائل
نماز وغیرہ میں تصرف کر کے خلاف اجماع و مذاہب تعلیم شروع کی جب
اُس میں بھی کامیابی ہو گئی تو آہستہ آہستہ خیر خواہانہ یہ تمہید کی کہ طالبین
حق کو ضرور ہے کہ کسی ایسے امام کے ہاتھ پر بیعت کریں جو اہل بیت نبوی
سے ہو۔ غرض پوری طور پر اپنے مقصود کی تمہید ذہن نشین کر کے شام کو
چلا گیا وہاں بھی یہی طریقہ اختیار کر کے لوگوں کو امام برحق کا مشتاق بنا دیا
چونکہ دعوت اُس کی کسی معین شخص کے طرف نہ تھی اس لئے بعضوں کا
خیال تھا کہ محمد بن اسمٰعیل امام وقت ہوں گے اور بعض کسی دوسرے کو خیال
کرتے تھے۔ بہر حال سب کو یہی انتظار تھا کہ امام وقت اب ظاہر ہونا چاہتے
ہیں کہ ایک شخص قرامطہ سے جن میں یہ شخص تھا ظاہر ہو کر مہدویت کا دعوےٰ
کیا اس مہدی کا اصلی نام ذکرویہ یحییٰ تھا مگر اپنا نام محمد بن عبداللہ بن اسمٰعیل بن
جعفر صادق ظاہر کیا حالانکہ اسمٰعیل ابن جعفر کا کوئی فرزند عبداللہ نام نہ تھا

بائیس سال تک کعبہ شریف حجر اسود سے خالی رہا تمام مکانات لوٹ لئے گئے غرض مکہ معظمہ میں اس مہدی کا یہ فتنہ ایسا ہوا کہ اس کی نظیر کسی تاریخ میں مل نہیں سکتی۔

الحاصل بد نام ہونا بُرے کہلانا منزائیں پانا حقانیت پر قرینہ نہیں ہو سکتا ورنہ حیلہ ساز دغاباز بدمعاش جن سے جیلخانے ہمیشہ بھرے رہتے ہیں سب کو اہل اللہ کہنا پڑے گا اور نہ اظہار تقدس اس کا قرینہ ہے جیسا کہ قرامطہ وغیرہ کے حال سے ظاہر ہے

مولوی صاحب نے جہاں اسلام کے موجودہ دشمن فرقوں کی فہرست لکھکر اُن کی روز افزوں ترقی اور اس کی وجہ سے مرزا صاحب کی ضرورت ثابت کی ہے اُن میں مولوی اور مشائخوں کو بھی شریک کیا اور اُن کو یہ خطاب عطا فرمائے۔

شیطان حشرات الارض زرپرست نفس پرست کمبخت موذی نائب شیطان ناپاک مجموعہ صفات ذمیمہ شریر فتنہ پرداز مسلمانوں کے گمراہ کرنے والے شیطان کے شاگرد رشید مکار وغیرہ۔

اس بات میں مولوی صاحب اپنے پیر کی سنت پر عمل کر رہے ہیں کیونکہ مرزا صاحب بھی علما اور مشائخین کو ایسے خطابوں سے ذکر کیا کرتے ہیں چنانچہ اُن کی تصانیف میں یہ موجود ہیں۔ اے بدذات فرقۂ مولویاں تم نے جس

بے ایمانی کا پیالہ پیا ہے وہی عوام کو بھی پلایا علماء السوء اندھیرے کے کیڑو
کتے گدھے حمار عقارب عقب الکلب یعنے کتے کے بچے خنزیر سے
زیادہ پلید ایمان و انصاف سے دور بھاگنے والے احمق بلید دجال
سفتری اشرار اذل الکافرین اوباش بے ایمان بے حیا بد دیانت
فتنہ انگیز تمام دنیا سے بدتر جھوٹ کا گو کھایا جاہل جعلساز چمار
ڈوموں کی طرح مسخرہ دشمن قرآن روسیاہ سفلے سیاہ دل سفہا شریر مکار
شیخ نجدی عدو العقل غول الاغوال غدار سرشت فرعون رنگ
کینہ ور کمینہ مادرزاد اندھے گندے مردار خوار نااہل نمک حرام
نابکار نالائق نااہل ایمان سے دور بھاگنے والے بولہب فرعون
بدذات خبیث زندیق علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرة وغیرہ وغیرہ
جس کو صاحب عصائے موسےٰ نے مرزا صاحب کی کتابوں سے نقل کیا
ہے۔ غرض کوئی گالی ان حضرات نے اُٹھا نہ رکھی اور عذر یہ کیا کہ کمال
جوش اور حرارت اسلامی میں یہ سب گالیاں دی گئیں گویا اس جوش نے
ان کو مرفوع القلم بنا دیا ان گالیوں کے پہلے آپ نے یہ تمہید بھی کر دی
ہے کہ مصلحان قوم اپنی قوم کو بعض وقت بہت سخت الفاظ میں مخاطب
کرتے ہیں لیکن ان سخت الفاظ کے اندر محبت اور شفقت بھری رہتی ہے
اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مصلح قوم ہیں جس قدر گالیاں دیں اُس کے

مستحق ہیں چونکہ اصلاح قوم اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور یہ سخت وسست کہنا اس کا ذریعہ ہے یا یا وہ اس وجہ سے مولوی صاحب اور ان کے پیر اس کو عبادت اور باعث تقرب الٰہی سمجھتے ہوں گے اس موقع میں واقعہ حرّہ اور مسلم بن عقبہ کی کارگزاری یاد آتی ہے تاریخ دانوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اہل مدینہ منورہ جب یزید کے مخالف ہو گئے تو اس نے مسلم بن عقبہ کو ان کی تادیب و تعذیب کے لئے مامور کیا وہ مقام حرّہ میں جو مدینہ کے پاس ہے بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ آپہنچا اور بعد سوال و جواب کے قتل عام و غارت کا حکم دیا اور تین روز تک مدینہ منورہ کو لشکریوں پر مباح کر دیا۔

تاریخ الخلفاء اور جذب القلوب وغیرہ میں لکھا ہے کہ ہزار باکرہ لڑکیوں کا بکر حرام سے زائل کیا گیا اور تمام شہر کے گھر لوٹے گئے جہاں کوئی ملتا مارا جاتا صرف علما سات سو شہید کئے گئے جن میں تین سو صحابہ تھے مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے گئے خاص روضۂ شریف گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے متلطخ رہا۔ یہ سب مسلم بن عقبہ کے حکم سے ہوا اب اس کی خوش اعتقادی سنئے جب اس کی موت کا وقت آپہنچا تو آخری دعا یہ کی اللھم انی لم اعمل قط بعد شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ عملا احب الی من قتلی اھل المدینۃ ولا ارجی عندی

فی الآخرۃ ذکرہ ابن اثیر فی تاریخہ الکامل یعنے یا اللہ بعد شہادت کلمہ طیبہ کے جو کچھ اعمال صالحہ میں نے اپنی عمر میں کیئے اُن سب سے زیادہ مجھے وہ عمل پسند ہے جو مدینہ کے لوگوں کو میں نے قتل کیا اور اسی عمل سے مجھے زیادہ تر توقع ہے کہ آخرت میں کام آے گا۔

مسلم بن عقبہ کو صرف تادیب اہل مدینہ پر ناز تھا ہمارے مرزا صاحب کو اُس سے زیادہ ناز و فخر ہونا چاہیئے کیونکہ وہ تمام اہل اسلام کی تادیب فرما رہے ہیں اور وہاں صرف جراحات سنان تھیں یہاں جراحات لسان ہیں جو التیام پذیر نہیں۔ جراحات السنان لہا التیام و لا یلتام ما جرح اللسان پھر یہ گالیاں کن کو دئے جا رہے ہیں عوام الناس بازاریوں کو نہیں جن کی عادت میں گالیاں دینا اور سننا داخل ہے بلکہ اُن افراد قوم کو جن کو قوم نے اپنا رہبر مربی اور حامی دین بنا رکھا ہے اور ہر ایک اُن پر سو جان سے فدا ہے معزز اور شریف لوگ قوم کے اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ گالیاں سُن کر قوم کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ سب کو جانے دیجیئے خود مولوی صاحب اور ان کے پیر ہی غور کریں کہ کوئی ارذل یا ان کا ہمسر اُن کے والد بزرگوار یا پیر کی شان میں یہ الفاظ کہے تو اُن کا کیا حال ہوگا اگر غیرت دار ہوں تو کیا اس ذلت کے مقابلہ میں مرجانا آسان نہ ہوگا۔ عرف میں ایسا شخص بڑا ہی بے شرم سمجھا جاتا ہے کہ اُس کے باپ

یا اُستاد یا پیر کو کوئی گالی دے اور وہ چپ رہے۔ نہایت افسوس اور شرمناک حالت ہے جس کے مرتکب مولوی صاحب اور مرزا صاحب ہوئے ہیں۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ یعنے بتوں کو گالیاں مت دو کہ وہ اللہ کو گالیاں دیں گے۔ ہادی برحق اور نبی صادق کو حق تعالےٰ تعلیم فرماتا ہے ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن یعنے بلاؤ اپنے رب کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور الزام دو ان کو جس طرح بہتر ہو۔ کیا مصلح قوم کی یہی شان ہے کہ اشتعال طبع پیدا کرنے والے الفاظ سے طبیعتوں کو مشتعل کرے اور اس قابل بنائے کہ حق بات سننے کی بھی صلاحیت باقی نہ رہے۔ مولوی صاحب نے اپنے آپ کو جو مصلح قوم قرار دیا ہے وہ خود انہی کی تقریر سے باطل ہو گیا اور نہ شرعاً اس قابل ہے کہ مصلح قوم سمجھے جائیں نہ عرفاً پھر یہ جو شکایت ہو رہی ہے کہ مولویوں کی وجہ سے مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں سچ ہے جس قوم کے مصلح رذالت سے کام لیں اُس کو ذلت نہ ہو تو کیا ہو۔ یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو میرے ایک دوست کا دیکھا ہوا ہے کہ تراویح کی جماعت کسی مسجد میں ہو رہی تھی جس میں وہ بھی شریک تھے اُن کے قریب ایک شخص نے عین نماز میں اپنے بازو والے سے کچھ بات

کبھی ایک شخص نے نماز ہی کی حالت میں اُس سے کہا کہ نماز میں بات کرنے
سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تیسرے نے کہا تمہاری نماز کب باقی رہی چوتھے
نے کہا الحمد للہ میں نے تو کوئی بات نہ کی۔ ایسا ہی مولوی صاحب جو اوروں
پر الزام لگا رہے ہیں اس میں خود بھی مبتلا ہیں مگر سمجھتے نہیں علمائے
ربّانی وہ ہیں جو اپنے عیوب کی تفتیش کرکے اپنے نفس کی اصلاح
کرتے رہتے ہیں اور حتی الوسع دوسرے کے عیوب پر نگاہ نہیں ڈالتے
اور اگر امر بالمعروف کی ضرورت سمجھتے ہیں تو ایسے ملائم اور دل نشین
طریقے سے کرتے ہیں جس کا اثر ظاہر ہو عموماً تعلیم الٰہی امر بالمعروف
کے بارے میں یہی رہی ہے کہ نہایت نرمی اور سہولت سے کام لیا جائے
باوجودیکہ اژدہا سے خونخوار موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے ساتھ دیا گیا
تھا مگر ارشاد یہی ہوا کہ فرعون کے ساتھ نہایت نرمی سے گفتگو کی جائے
کما قال تعالیٰ فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى
یعنے کہو اُس سے بات نرم شاید وہ سوچ کرے یا ڈرے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی
بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم وما یلقّٰها الا الذین
صبروا وما یلقّٰها الا ذو حظ عظیم ترجمہ جواب میں کہیے اُس سے
بہتر پھر جو آپ دیکھو تو جس میں آپ میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو گا جیسے دوستدار

سورہ طٰہٰ ع ۲
سورہ حٰم سجدہ ع ۵

ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے انہی کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اس کو جس کی بڑی قسمت ہے انتہیٰ ۔ اسی وجہ سے ہر شخص امر بالمعروف کا اہل نہیں سمجھا جاتا کیونکہ امر بالمعروف میں عیوب پر مطلع کرنا ہوتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس کا عیب ظاہر کریں وہ دشمن ہو جائے گا جس سے مخالفت اور جھگڑا پیدا ہونے کا سخت اندیشہ ہے جو ممنوع ہے کما قال تعالےٰ ولا تنازعو فتفشلوا وتذھب ریحکم یعنے آپس میں نہ جھگڑو پھر نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا حقتعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم یعنے اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنے جان کی تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی بہکا جب تم راہ پر ہوے ۔ باوجودیکہ امر بالمعروف کی ضرورت دوسری آیات سے ثابت ہے مگر اس آیۂ شریفہ میں جو اس کی ممانعت ہے اس کی تطبیق کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عوام الناس اس سے روکے گئے ہیں اور خواص کو اس کی اجازت ہے جن سے اصلاح کی امید ہے بعض صحابہ نے اس آیۂ شریفہ کا مضمون حضرت سے دریافت کیا تو فرمایا تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کئے جاؤ اس وقت تک کہ لوگ دنیا اختیار کرلیں اور خود رائی کرنے لگیں تو اس وقت صرف اپنی فکر کرو اور

سورۂ انفال، رکوع ۶ (۲)

سورۂ مائدہ، رکوع ۱۴ (۱۳)

ان کو چھوڑ دو۔

بہر حال مولوی صاحب کا یہ امر بالمعروف کرنا اس زمانہ میں کسی طرح بجا اور برمحل نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ امر بالمعروف بھی کس مسئلہ میں کہ مرزا صاحب عیسٰے موعود ہیں جس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ اور کسی علم سے حالانکہ امر بالمعروف کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اسبات کا امر کیا جائے جو دین میں معروف ہو۔

اب غور فرمائیے کہ اگر مولوی صاحب کو مدراس کے علماء نے وعظ سے روک دیا تو کیا برا کیا خود خدا اور رسول اُن کو ایسے وعظ سے روک رہے ہیں وعظ سے روکنے والوں کا استدلال اس حدیث سے ہوگا جو سنن دارمی میں مروی ہے عن اسماء بن عبید قال دخل رجلان علی ابن سیرین فقالا یا ابا بکر نحدثک بحدیث قال لا قالا فنقرأ علیک اٰیۃ من کتاب اللہ قال لا لتقومان عنی او لاقوم قال فخرجا فقال بعض القوم یا ابا بکر وما کان علیک تقرأ علیک اٰیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ قال انی خشیت ان یقرأ علیّ اٰیۃ فیحرفانھا فیقر ذلک فی قلبی یعنے اسماء بن عبید کہتے ہیں کہ دو شخص اصحاب ہوا سے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا انہوں نے کہ ہم آپ سے ایک حدیث کہتے ہیں فرمایا میں نہیں سنتا اُنہوں نے کہا کہ

ایک آیۃ قرآن کی پڑھتے ہیں کہا میں نہیں سنتا یا تم یہاں سے اُٹھ جاؤ یا میں اُٹھ جاتا ہوں کسی نے اُن سے پوچھا کہ اگر وہ آیۃ قرآن کی پڑھتے تو آپ کا کیا نقصان تھا فرمایا کہ مجھے خوف اس بات کا ہوا کہ وہ آیۃ پڑھیں اور کچھ اُلٹ پلٹ کر دیں جو میرے دل میں وہ جم جاوے اور دوسری روایت اُسی دارمی میں ہے عن الحسن وابن سیرین انہما قالا لا تجالسوا اصحاب الاھواء ولا تجادلوھم ولا تسمعوا منھم وھٰکذا قال ابو قلابۃ رضی اللہ عنہ یعنے حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اصحابِ ہوا کے ساتھ نہ بیٹھو نہ اُن سے مناظرہ کرو اور نہ اُن سے کوئی بات سنو۔ مرزا صاحب نے جو یہ دعوے کیا ہے وہ بالکل نیا ہے تیرا سو برس کے عرصہ میں نہ کسی نے ایسا دعوے کیا نہ یہ کہا کہ عیسے علیہ السلام مر گئے اور جن کے آنے کی خبر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اُن کا قائم مقام کوئی دوسرا شخص ہوگا اہلِ ہوا ایسے ہی لوگوں کو کہتے ہیں جو نئی نئی باتیں اپنی خواہش کے مطابق دین میں تراش لیتے ہیں۔ صحیح صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جو نئی بات نکالی جاوے وہ مردود ہے اُس سے احتراز اور اجتناب کیا جائے اسی وجہ سے صحابہ ایسے لوگوں سے جو نئی بات نکالتے نہایت احتراز کیا کرتے چنانچہ ابن عمر رضہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے فرمایا میں نے سنا ہے کہ اس نے کوئی بات نئی نکالی

ایک آیۃ قرآن کی پڑھتے ہیں کہا میں نہیں سنتا یا تم یہاں سے اُٹھ جاؤ
یا میں اُٹھ جاتا ہوں کسی نے اُن سے پوچھا کہ اگر وہ آیۃ قرآن کی پڑھتے
تو آپ کا کیا نقصان تھا فرمایا کہ مجھے خوف اس بات کا ہوا کہ وہ آیۃ پڑھیں
اور کچھ اُلٹ پلٹ کر دیں جو میرے دل میں وہ جم جاوے اور دوسری روایت
اُسی دارمی میں ہے عن الحسن وابن سیرین انھما قالا لا تجالسوا
اصحاب الاھواء ولا تجادلوھم ولا تسمعوا منھم وھٰکذا
قال ابو قلابۃ رضی اللہ عنہ یعنے حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ
نے فرمایا کہ اصحابِ ہوا کے ساتھ نہ بیٹھو نہ اُن سے مناظرہ کرو اور نہ اُن سے
کوئی بات سنو۔ مرزا صاحب نے جو یہ دعوے کیا ہے وہ بالکل نیا ہے تیرا سو
برس کے عرصہ میں نہ کسی نے ایسا دعوے کیا نہ یہ کہا کہ عیسے علیہ السلام مر گئے
اور جن کے آنے کی خبر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اُن کا قائم مقام کوئی
دوسرا شخص ہوگا اہلِ ہوا ایسے ہی لوگوں کو کہتے ہیں جو نئی نئی باتیں اپنی
خواہش کے مطابق دین میں تراش لیتے ہیں۔ صحیح صحیح احادیث سے ثابت
ہے کہ جو نئی بات نکالی جاوے وہ مردود ہے اُس سے احتراز اور اجتناب
کیا جائے اسی وجہ سے صحابہ ایسے لوگوں سے جو نئی بات نکالتے نہایت احتراز
کیا کرتے چنانچہ ابن عمر رضہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص نے
آپ کو سلام کہا ہے فرمایا میں نے سنا ہے کہ اس نے کوئی بات نئی نکالی

کوئی برا نہیں سمجھتا جس میں تائید دین ہو اگر یہ چند نئی باتیں چھوڑ دیں تو
ابھی کل اہل حق اُن کے رفیق و مددگار ہو جاتے ہیں اور یہ ناحق کا جھگڑا
جس سے نہ دین کا فائدہ ہے نہ دنیا کا مٹ کر کانھم بنیان مرصوص کا مضمون
صادق آجاتا ہے اور یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ مرزا صاحب خود ازالۃ الاوہام
میں فرماتے ہیں ممکن ہے ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری
الفاظ بھی صادق آجائیں جب یہ خود تسلیم کرتے ہیں تو پھر اس مشکوک دعوے
پر اصرار کر کے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی قائم کرنے سے کیا فائدہ نسأل اللہ
التوفیق وھو بالا جابۃ جدیر۔

مولوی صاحب اسلام اور مسلمانوں پر کمال دلسوزی ظاہر کر کے ایک
مرثیہ رونے اور چلانے کے لئے لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانے
میں مسلمانوں کا قحط ہو گیا ہے اور دین اسلام گردش میں اور کفر کا زور و شور
ہے اس مرثیہ میں اتنی کسر رہ گئی کہ چند بند مرزا صاحب کی عیسویت پر
بڑھا دیتے کہ ہائے عیسٰے ابن مریم بھی اترکے بیس برس ہو گئے مگر بجائے
اس کے کہ اُن سے دین کی ترقی ہوتی کفر ہی کو ترقی ہو گئی اور ہو رہی ہے۔
اگرچہ مقتضائے حسن ظن یہ ہے کہ یہ اظہار دلسوزی مولوی صاحب کی
نیک نیتی پر حمل کی جاتی مگر مشکل یہ ہے کہ سر سید صاحب اور اُن کے اتباع
بھی اس سے زیادہ نوحے اور واویلے لکھتے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی

نیک نیتی کے قائل مولوی صاحب بھی نہیں ہیں بلکہ اُن کو دشمن اسلام قرار دیا ہے۔ اس امر کی تصدیق کیونکر ہو کہ وہ فی الواقع اصلی اسلام کے دوست اور مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں اُن کا مقصود تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر مسلمان ہیں تو چند قادیانی ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی سب بے دین ہیں چنانچہ صاف لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا قحط ہو گیا ہے

اس طریقے کی ایجاد ابتداے اسلام ہی میں ہو چکی ہے چند لوگ ایسے پیدا ہوے کہ کمال درجہ کا زہد و تقویٰ پرہیزگاری ایمانداری ظاہر کر کے کل صحابہ و تابعین کو بے دین قرار دیا اور ظاہری حالت اُن کی دیکھکر بہت سے ظاہربین اُن کے طرف مائل وراُن کے ہم خیال ہوتے گئے یہاں تک کہ ایک بڑی جماعت بن گئی جن کے قلع قمع کی طرف سلطنت کو متوجہ ہونا پڑا اور پھر بھی نہ ہو سکا اُن سب کا اعتقاد یہی تھا کہ اگر مسلمان ہیں تو ہم ہیں باقی سب صحابہ اور تابعین کافر ہیں نعوذ باللہ من ذٰلک اُن لوگوں کے واقعات وحالات بہت ہیں مگر تھوڑا سا حال بقدر ضرورت یہاں لکھا جاتا ہے جس سے طرز رفتار معلوم ہو جائے۔ جو واقعات یہاں لکھے جاتے ہیں فضائل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ مؤلفہ امام نسائی مستدرک حاکم کنز العمال اور تاریخ کامل وغیرہ مستند معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں وہی ہذہ ـ

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور معاویہؓ میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور طرفین سے ہزاروں اہل اسلام شہید ہوئے تو یہ رائے قرار پائی کہ دونوں طرف سے دو شخص معتمد علیہ حکم قرار دئے جائیں وہ جو کچھ فیصلہ کریں نافذ ہو اور باہمی جھگڑے مٹ جائیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاویہؓ کی جانب سے عمرو بن عاصؓ مقرر ہوئے اور طرفین سے عہدنامہ لکھا گیا اور اشعث بن قیس اس کام پر مامور ہوئے کہ وہ عہدنامہ ہر قبیلہ میں جاکر سنا دیں جب وہ قبیلۂ بنی تمیم میں جاکر عہدنامہ سنائے تو عروہ بن ادیہ تمیمی نے کہا کہ عجیب بات ہے یہ لوگ آدمیوں کو حکم بناتے ہیں حالانکہ اللہ کے سوائے کوئی حکم نہیں کرسکتا حق تعالےٰ فرماتا ہے ان الحکم الا للہ اور یہاں تک برہم ہوا کہ تلوار کھینچکر اشعث پر حملہ کیا تو وہ بچگئے مگر اُن کا گھوڑا زخمی ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا بات تو یہی ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے پھر فرمایا کہ اگر وہ ہم سے مقابلہ کریں تو ہم اوّل اُن سے تقریر کرکے قائل کریں گے اور نہ مانیں تو قتل کرڈالیں گے زید بن عاصم محاربی جو اُس مجلس میں موجود تھا یہ سنکر اُٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا کہ یا اللہ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ اپنے دین میں دنائت اختیار کریں اور کم ہمتی کو عمل میں لائیں۔ اے علی کیا تم ہمکو قتل سے ڈراتے ہو ہوشیار

رہو واللہ ہم تمہیں قتل کر ڈالیں گے اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ خدا
کی راہ پر تم چلتے ہو یا ہم پھر وہ اور اُس کے بھائی نے ایک جماعت فراہم
کی جن میں عبداللہ بن وہب راسبی بھی تھا اُس نے خطبہ پڑھا کہ ہم کو
پہاڑوں یا دوسرے شہروں میں جانا ضرور ہے تاکہ گمراہ کرنے والے
بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت ہو جائے پھر دنیا کی بے ثباتی اور متقیوں کے
فضائل بیان کر کے سب کو شہر سے کوچ کرنے پر آمادہ کیا اُس کے بعد
یہ مسئلہ پیش ہوا کہ امیر کون قرار دیا جائے بعد اختلاف کے یہ امر طے ہوا کہ
عبداللہ بن وہب ہی اس کام کے لئے منتخب کیا جائے اُس نے اول تو
انکار کیا لیکن بعد ردّ و قدح کے یہ کہکر قبول کیا کہ مجھے مطلقاً خواہش
دنیوی نہیں نہ میں امارت چاہتا ہوں نہ مجھے اُس سے کوئی خوف ہے اللہ
کے واسطے یہ خدمت قبول کرتا ہوں اگر اس میں مر جاؤں تو کوئی پروا نہیں
پھر اُس نے کہا کہ اب ایسا شہر تجویز کرنا چاہیئے کہ جس میں ہم سب جمع ہوں
اور اللہ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہل حق اب تمہیں لوگ ہو چنانچہ (نہروان
تجویز ہوا اور یہ سب خوارج وہاں چلے گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
ان کے نام خط لکھا کہ اب بھی چلے آؤ اُنہوں نے جواب دیا کہ اگر تم اپنے کفر
پر گواہی دیتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جاوے گا اب تو
ہم نے تم کو دور کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ خیانت کرنے والوں کو دوست

نہیں رکھتا۔ زیاد بن امیہ نے عروہ بن ادیہ خارجی سے پوچھا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کا کیا حال تھا
کہا اچھے تھے پھر عثمانؓ کا حال دریافت کیا کہا ابتدا میں چھ سال تک
اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا جب اُنھوں نے بدعتیں شروع کیں
اُن سے علیحدہ ہوگیا اس لئے کہ وہ آخر عمر میں کافر ہوگئے تھے۔ پھر
علی رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہا کہ وہ بھی اوائل میں اچھے تھے
آخر میں کافر ہوگئے بعد معاویہ رضی اللہ عنہا کا حال پوچھا ان کو سخت
گالی دی پھر زیاد ابن امیّہ نے اپنا حال پوچھا کہا تو اوائل میں اچھا تھا
اور آخر میں گزندہ ہوگیا اور دونو حالتوں کے بیچ میں تو اپنے رب کا نافرمان
رہا زیاد نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اُس کے غلام کو بلاکر پوچھا
کہ اس شخص کا مختصر حال بیان کر کہا جب میں اس کے پاس کھانا لیجاتا
یا اور کسی کام کے لئے جاتا تو اُس کا یہی اعتقاد اور اجتہاد اور دلسوزی
پاتا غرض ضرورت سے زیادہ دلسوزی بھی علت سے خالی نہیں۔ خوارج
حضرت علی کرم اللہ وجہ سے صرف دو باتوں سے بگڑے جن میں ظاہراً کمال
دینداری معلوم ہوتی ہے ایک حَکَم کا مقرر کرنا جس کو اُنھوں نے شرک قرار
دیا تھا اس وجہ سے کہ تحکم خدائے تعالےٰ کا خاصہ ہے دوسرا اُس میں
شریک نہیں ہوسکتا کما قال تعالےٰ ان الحکم الا للہ دوسرے یہ کہ
مسلمانوں سے اُنھوں نے لڑائی کیوں اگر لڑنا ضرور تھا تو اُن کا مالِ غنیمت

کیوں نہ بنایا حالانکہ یہ دونوں امر قرآن سے ثابت ہیں ان کے زہد و تقوی
کی یہ حالت تھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب چھ ہزار
خوارج ایک مقام میں جمع ہوے تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت
لے کر عمدہ لباس پہنکر اُن کے پاس گیا انہوں نے دیکھتے ہی کہا کہ اے
ابن عباس یہ لباس کیسا میں نے جواب تو دیدیا مگر اُن کی حالت یہ دیکھی
کہ عبادت اور ریاضت میں کسی قوم کو اُن کا نظیر نہیں پایا نہ صحابہ کو
نہ تابعین کو اُن کے چہرے شب بیداری کی وجہ سے سوکھے اور
ہاتھ پاؤں نہایت دُبلے۔ جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب علی
کرم اللہ وجہ نے خوارج کا پیچھا کیا ہم اُن کے لشکر کے قریب پہونچے اُنکی
حالت دیکھی کہ ہر طرف سے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی ہے سب لوگ تہ بند
باندھے ہوے اور ٹوپیاں اوڑھے ہوے یعنے کمال درجے کے زاہد و عابد
نظر آے یہ حالت اُن کی دیکھتے ہی میرے دل پر سخت صدمہ ہوا اور
میں گھوڑے سے اترکر جناب باری کی طرف رجوع کیا اور نماز کی حالت میں
یہ دعا کرنے لگا کہ الہٰی اگر اس قوم کا قتل کرنا طاعت ہو تو مجھے اجازت دیدے
اور اگر معصیت ہو تو مجھے اُس پر مطلع فرمادے میں اسی حالت میں تھا کہ
علی کرم اللہ وجہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے جندب خدا کے غضب سے
پناہ مانگو اے جندب یاد رکھو کہ ہم میں سے دس شخص شہید نہ ہوں گے اور

اُن میں سے دس نہ بچیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ طارق بن زیاد کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ قتل ہو چکے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک قوم ایسی پیدا ہو گی کہ بات سچی کہیں گے مگر اُن کے حلق کے نیچے نہ اترے گی اور دین سے وہ ایسے نکلے ہوئے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اُن کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ رنگ ہو گا جس کا ایک ہاتھ ناقص ہو گا اور اس پر چند سیاہ بال ہوں گے ان میں اُس کی تلاش کرو اگر وہ ملگیا تو سمجھو کہ تم نے بدترین خلق کو قتل کیا ورنہ بہترین خلق کو تم نے مارا یہ سنتے ہی صحابہ کو فکر ہوئی اور بے اختیار رونے لگے اور اُس کی تلاش میں سرگرم ہوئے چنانچہ تمام لاشوں میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اُس کو نکالا اُس کے ملتے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام صحابہ سجدۂ شکر میں گرے۔

خوارج کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حق تعالٰے عجم میں ایک نبی پیدا کریگا اور اُس پر ایک کتاب نازل ہو گی جو آسمانوں میں لکھی ہوئی ہے غرض جیسے یہ لوگ اپنے چند ہم مشربوں کو مسلمان قرار دیکر دوسروں کو گمراہ ٹھیراتے تھے مولوی صاحب بھی وہی کر رہے ہیں۔ ان واقعات سے کئی امور مستفاد ہوتے ہیں ایک[۱] یہ کہ کمال دلسوزی اسلام مسلمانوں کی حالت پر ظاہر کرنا دینداری اور حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے[۲] اکمال

ریاضت و مجاہدہ و ترکِ دنیا حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ تیسرا مسلمانوں کو بے دین اور خود کو دیندار قرار دینا اہلِ باطل کا شعار ہے جو سچا تمام مسلمانوں کے خلاف ہیں ایک نئی بات ایجاد کرنا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا خدا اور رسول کے پاس مذموم ہے۔

مولوی صاحب کو اپنی طبیعتِ خداداد پر ناز ہے کہ ولی کو پہچان لیتے ہیں اسی وجہ سے مرزا صاحب کو پہچان لیا اُس کی تصدیق میں ہمیں کلام ہے جب صحابہ کو خوارج کی ولایت اور ان کے بہترینِ خلق ہونے کا گمان ہوا اور فی الواقع وہ دھوکا ثابت ہوا تو اب اُن سے بڑھکر ولی کو کون پہچان سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ولی کو حق تعالےٰ پوشیدہ رکھتا ہے اگر مولوی صاحب اس لحاظ سے کہ "ولی را ولی می شناسد" اپنے کو ولی سمجھتے ہیں تو یہ دوسری بات ہے صحابہ کی تو یہ حالت تھی کہ بجائے اس کے کہ اپنے کو ولی سمجھیں خود اپنے ایمان کو متہم رکھتے تھے چنانچہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منافقوں میں تو شریک نہیں فرمایا حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک وقت اپنی حالت قلبی دیکھکر بے اختیار کہہ اُٹھے کہ نافق حنظلہ یعنے حنظلہ منافق ہو گیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمزبان ہو گئے۔ یہ روایت صحاح میں موجود ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی ولایت تو کیا اپنی ولایت بھی ہر شخص کو معلوم ہونا ضرور نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ولایت افعال و اعمال کا نام نہیں بلکہ وہ ایک نسبت ہے جو بندہ اور معبود کے بیچ میں ہوتی ہے جس کا ماحصل تقرب الٰہی ہے پھر جس کو تقرب الٰہی ہو تو ضرور نہیں کہ دوسرے کا تقرب بھی اُس کو معلوم ہو اور جس کو تقرب ہی نہ ہو تو کسی کا تقرب اُسے کیونکر معلوم ہو سکے۔ رہی یہ بات کہ اعمال صالحہ اور قرائن سے کسی کا تقرب معلوم کریں سو وہ قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ بخاری شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل لیعمل عمل اھل الجنۃ فیما یبدو للناس وھو من اھل النار و ان الرجل لیعمل عمل اھل النار فیما یبدو للناس وھو من اھل الجنۃ یعنے دیکھنے میں بعضوں کے عمل جنتیوں کے ہوتے ہیں اور در حقیقت وہ دوزخی ہوتے ہیں اور بعضوں کے عمل دیکھنے میں دوزخیوں کے ہوتے ہیں اور وہ جنتی ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ظاہری اعمال سے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی ابھی قرامطہ اور خوارج کا حال معلوم ہوا بلعم باعور کا قصہ تفاسیر میں مصرح ہے کہ نہایت مقدس مستجاب الدعوات تھا اور بعض روایات سے تو اُس کی نبوت بھی معلوم ہوتی ہے مگر انجام کار بے دین ہو کر

مراجس کی مذمت قرآن شریف میں ہے ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث شعر

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ — رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

ہر شخص جس کسی کا مرید ہوتا ہے اُس کو ولی سمجھتا ہے پھر اُن میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ پیر و مرید دونوں خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہیں شعر

اے بسا ابلیس آدم روے ہست — پس بہر دستے نباید داد دست

صحابہ کا زمانہ دوسرے تمام زمانوں سے بہتر اور افضل ہونا اور اُس کے بعد ابتری اور خرابی بڑھتی جانا صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے جب اُس زمانہ کا یہ حال ہو کہ صحابہ جن پر حسن ظن کریں وہ خوارج نکلیں تو ہم آخری زمانے والے جن پر حسن ظن کریں خدا ہی جانے اُن کی کیا حالت ہو امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر المکللہ فی احادیث المسلسلہ میں بسند متصل عروہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر لبید ابن ربیعہ کے یہ اشعار پڑھا کرتی تھیں۔

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم — وبقیت فی خلف کجلد الاجرب

یتحدثون مخافۃ وملامۃ — ویعاب قائلھم وان لم یشغب

یعنے جاتے رہے وہ لوگ جن کے پناہ میں زندگی بسر کی جاتی تھی اور رہگئی میں ایسے ناخلف لوگوں میں جن کی حالت کھجلی بھرے اونٹ کے چمڑے کی

سے باتیں کرتے ہیں وہ لوگ خوف اور ملامت کی اور ان میں کہنے والا اگرچہ کجروی نہ کرے عیب لگایا جاتا ہے عروہ اس حدیث کی روایت کرنے کے وقت کہا کرتے کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے زمانے میں ہوتیں تو معلوم نہیں کیا کہتیں ہشام عروہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ عروہ اگر ہمارے زمانے میں ہوتے تو معلوم نہیں کیا کہتے اسی طرح امام سخاوی رح تک۔

واصل الروایۃ ہذا۔ وبالسند المذکور الی ابی بکر بن شاذان حدثنا ابوبکر احمد بن محمد بن اسمعیل الهیتی بکسر الهاء والفوقانیة وبینهما تحتانیة وهو ثقة ثنا یعیش بن الجهم ثنی عن ابی حمزة هو انس بن عیاض عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها انها کانت تمثل بابیات لبید بن ربیعة۔

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم وبقیت فی خلف کجلد الاجرب

یتحدثون مخافة وملامة ویعاب قائلهم وان لم یشغب

قال عروة رحمه الله عائشة کیف لوادرکت زماننا هذا وقال هشام رحمه الله عروة کیف لو ادرک زماننا هذا وقال ابو حمزة رحمه الله هشاما کیف لو ادرک زماننا هذا او

وقال يعيش رحمه الله ابا حمزة كيف لو ادرك زماننا هذا وقال الهيثى رحمه الله يعيش كيف لو ادرك زماننا هذا وقال ابن شاذان رحمه الله الهيثى كيف لو ادرك زماننا هذا وقال ابو الفتح رحمه الله شاذان كيف لو ادرك زماننا هذا وقال المبارك رحمه الله ابا الفتح كيف لو ادرك زماننا هذا وقال السلفى رحمه الله المبارك كيف لو ادرك زماننا هذا وقال ابو الحسن رحمه الله السلفى كيف لو ادرك زماننا هذا وقال الطبرى رحمه الله ابا الحسن كيف لو ادرك زماننا هذا وقال كل من العفيف و القروى رحمه الله الطبرى كيف لو ادرك زماننا هذا وقال لنا القرشى رحمه الله القروى كيف لو ادرك زماننا هذا وكذا قالت لنا مريم رحمها الله العفيف كيف لو ادرك زماننا هذا و اقول رحمه الله كلا من مشائخنا كيف لو ادرك زماننا هذا انتهى ۔ زبیر بن عدیؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے انس رضی اللہ عنہ کے پاس حجاج بن یوسف کی شکایت کی فرمایا صبر کرو جو زمانہ تم پر آتا ہے اُس کے بعد کا زمانہ اُس سے بدتر ہوگا یہ بات آپنے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کما فی البخاری عن الزبیر بن عدی قال اتینا انس

بن مالکؓ فشکونا الیہ مانلقی من الحجاج فقال اصبروا فانہ لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شرمنہ حتی تلقوا ربکم سمعتہ من نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ جب حجاج کے زمانہ سے جس کو تخمیناً بارہ سو برس ہوتے ہیں بدتری اور خرابی روز افزوں ترقی پذیر ہے تو اس زمانہ کے فتنہ انگیز حجاج سے کس درجہ بڑھے ہوئے ہوں گے سچ ہے کہ اس کا فتنہ صرف جسم پر اثر کرتا تھا اور اس زمانہ کے فتنے ایمان پر اثر ڈالتے ہیں اس فتنے کا اثر اسی عالم تک محدود تھا ان فتنوں کا اثر عالم اخروی میں ظاہر ہونے والا ہے اس فتنے کا اثر چند روز میں فنا ہو گیا ان فتنوں کا اثر جس پر ہوا ابدالآباد باقی رہا ؎

ازیں افیون کہ ساقی درمی افگند　　حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

حق تعالےٰ ہم کو اور ہمارے احباب اور جمیع اہل اسلام کو توفیق عطا فرمائے کہ اپنے ایمان کی قدر کریں اور ہر کس و ناکس کے فریب میں آکر ایسے گوہر بے بہا کو کھو نہ بیٹھیں۔

مولوی صاحب مرزا صاحب کی تائید اسلام اور تقدس سے متعلق جتنی باتیں بیان کرتے ہیں ان کا انکار کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں مگر یہ حقانیت کا قرینہ قطعیہ نہیں ہو سکتا کتب تاریخ سے ظاہر ہے کہ حجاج بن

یوسف نے بخارا سے ملتان تک صدہا شہر فتح کر کے سرحد اسلام میں داخل کر دیا جن میں کروڑہا اہل اسلام پیدا ہوئے اور بفضلہ تعالیٰ اسی تائید کا اثر قیامت تک جاری رہے گا۔ باوجود اس کے دیکھ لیجئے کہ اسلام میں حجاج ظالم کی کیا وقعت ہے۔ یہ تو ہمارے دین کا خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ اس کی تائید بدکاروں سے بھی کرایا کرتا ہے جیسا کہ صراحتاً اس حدیث شریف سے ظاہر ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر رواہ البخاری غرض مرزا صاحب کی تائید اسلام میں ہماری گفتگو نہیں کلام ہے تو صرف اس میں ہے کہ مرزا صاحب عیسیٰ موعود بننا چاہتے ہیں اگرچہ اس میں بھی ہمیں کلام کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس زمانہ میں نبوت تو کیا اگر کوئی خدائی کا بھی دعوےٰ کرے تو کوئی نہیں پوچھتا مگر چونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں وہ تصرف کر رہے ہیں اس لئے ہم پر حق ہے کہ جہانتک ہو سکے اُن کی حفاظت کریں اور اپنے ہم مشربوں کو ان کا اصلی مطلب معلوم کرا دیں اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں ہم کو اپنا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے وما علینا الا البلاغ۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانے

میں مسلمانوں کے صفات اور حالات ایسے ہوں گے جیسے مسیح ابن مریم کے مبعوث ہونے کے وقت یہود کی حالت تھی بلکہ یہ لفظ یعنے عیسےٰ ابن مریم اس غرض سے اختیار کیا گیا ہے تا ہر ایک کو خیال آجائے کہ خدا تعالےٰ نے پہلے ان مسلمانوں کو جن میں ابن مریم کے اترنے کا وعدہ دیا تھا یہود ٹھہرالیا ہے جیسے یہودیوں کا نام خدائے تعالےٰ نے بندر اور سور کہا اور فرمایا وجعل منھم القردة والخنازیر اسی طرح اپنا نام عیسیٰ ابن مریم رکھدیا اور اپنے الہام میں فرمادیا وجعلناک المسیح ابن مریم انتہی پھر دس ہیں صفات مذمومہ مثل بغض وحسد اور تفرقہ وغیرہ جو اس زمانے کے بعض مسلمانوں میں دیکھے جاتے ہیں وہ اس زمانہ کے یہود میں بیان کئے جو عیسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے وقت تھے مقصود اس سے یہ کہ ان لوگوں میں یہ صفات ہونے کی وجہ سے عیسےٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اب بھی وہی صفات اس وقت کے مسلمانوں میں آگئے ہیں اس لئے اب وہ یہود ہیں اور عیسےٰ کی ان کے لئے ضرورت ہے جیسا کہ کہا جاسکتا ہے کہ لکل فرعون موسیٰ اس صورت میں وہ عیسےٰ مراد نہیں جو نبی تھے بلکہ ان کا مثل اور شبیہ مراد ہے۔ صفات مذمومہ جو دونوں فرقوں میں مشترک بتائے گئے ہیں اس کا ثبوت کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب سے نہیں دیا گیا۔ عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کا جن احادیث میں ذکر ہے

اُن میں نہ تو یہود کا نام ہے نہ اُن کے اُن صفات کا ذکر جو عیسٰے علیہ السلام کے زمانہ میں اُن میں آگئی تھیں۔ یہ مسلّم ہے کہ جب تک کسی قوم میں صفات مذمومہ نہیں پائی جاتیں اُس قوم میں نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں جیسا کہ آیۂ شریف ان ارید الا الاصلاح سے ظاہر ہے اور وہ صفات مذمومہ اُسی قسم کے ہوتے ہیں جو بیان کی گئی ہیں مگر اس میں قوم یہود کی تخصیص سمجھ میں نہیں آتی اگر کوئی خصوصیت تھی تو چاہیئے تھا کہ پہلے وہ خصوصیت قرآن و حدیث سے بیان کی جاتی تو اُس وقت لکل یہودی عیسٰے صحیح ہوتا جیسے لکل فرعون موسیٰ صحیح ہے تو اسواسطے صحیح ہے کہ فرعون کا سرکش ہونا اور موسٰے علیہ السّلام کا سرکوب ہونا ہر شخص جانتا ہے اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ عیسٰے علیہ السّلام کے زمانے کے یہود میں کونسی صفات تھیں جس کی اصلاح کے لئے عیسٰے علیہ السلام آئے تھے اگر بالفرض وہ صفات معلوم بھی ہوتے تو دونوں طرف علم توصیفی کہے جاتے جیسے لکل فرعون موسٰے میں ہے اگر زید شرارت کرے تو لزید موسیٰ کہنا ہرگز محاورہ کے مطابق نہ ہوگا یہی صورت یہاں بھی ہو رہی ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر فرمایا کہ تم میں عیسٰے آئیں گے کسی حدیث شریف میں نہیں کہ تم یہود ہو جاؤ گے یا تم میں یہود کے صفات آجائیں گے اس لئے تم میں عیسٰے آئیگا البتہ یہ

ثابت ہے کہ آخری زمانے والے امم سابقہ کی پیروی کریں گے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ میری امت اگلی امتوں کے پورے پورے صفات اختیار نہ کرے گی صحابہ نے عرض کیا وہ لوگ فارس اور روم کے جیسے ہو جائیں گے فرمایا ان کے سوا اور کون کنز العمال میں یہ حدیث بخاری سے نقل کیا ہے دیکھئے جلد ہفتم صفحہ ۱۷۳۔

اب اس تصریح کے بعد یہ کہنا کہ یہ امت یہود ہو جائے گی اسلئے کوئی عیسے آئیگا خلاف احادیث ہے۔

کنز العمال میں صدہا حدیثیں خروج دجال اور نزول عیسے اور تغیر حال امت اور علامات قیامت کے باب میں وارد ہیں کوئی حدیث ان میں ایسی نہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ امت میں یہود کے صفات پیدا ہو جائیں گے اُس کی وجہ سے عیسے پیدا ہوں گے پھر جس طرح فساد امت کے باب میں احادیث وارد ہیں اُس کی مدح میں بھی آیات و احادیث وارد ہیں چنانچہ حق تعالے فرماتا ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر یعنے کل امتوں سے یہ امت بہتر ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ کبھی یہ امت گمرہی پر اتفاق نہ کرے گی اہل باطل اس اُمت کے اہل حق پر غالب نہ ہوں گے۔ بلکہ آخر امت کی بھی

کنز العمال جلد ۶ حدیث ۲۰۰

خاص خاص فضیلتیں وارد ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ میرے امت کی مثال
ایسی ہے جیسے بارش کا پانی نہیں معلوم کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر
اور فرماتے ہیں کیونکر ہلاک ہو گی وہ امت جس کے شروع میں میں ہوں
اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور بیچ میں مہدی جو میرے اہل بیت سے ہوں گے
حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے استفسار فرمایا کہ تمام اہل ایمان میں افضل
کون لوگ ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ ملائکہ ہوں گے فرمایا کہ ان کے ایمان میں
کیا شک انکا مرتبہ تو ایسا ہی ہے صحابہ نے عرض کیا انبیا ہونگے فرمایا انکے ایمان میں کیا شک انکا
بھی ایسا ہی مرتبہ ہے عرض کیا شہدا ہونگے جو انبیا کے ساتھ حاضر ہے فرمایا انکو خدا تعالےٰ
نے ایسا ہی مرتبہ دیا ہے کہ انبیا کے ساتھ رہیں فرمایا انکے سوا کہو سب نے عرض کیا حضرت
ہی فرمادیں ارشاد ہوا وہ لوگ وہ ہیں جو اب تک موجود نہیں ہوئے وہ
میرے بعد پیدا ہوں گے اور بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے اور صرف
اوراق دیکھکر اسپر عمل کریں گے ایمان والوں میں یہ لوگ افضل ہیں۔ ان کے سوا
اور کئی حدیثیں اس امت مرحومہ کی فضیلت پر دال ہیں ان احادیث سے
اس امر کی تائید بخوبی ہو سکتی ہے کہ اس امت کی عظمت اور رفعت شان
کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام جو نبی اللہ تھے وہی اس امت میں تشریف
لائیں گے اس لئے کہ دجال کا فتنہ جو اس امت مرحومہ کے اخیر میں ہونیوالا ہے

ایک ایسا پر آشوب فتنہ ہے کہ خدا ہی اس سے پناہ دے تمامی انبیا اپنی اپنی امتوں کو اس سے ڈراتے آئے چنانچہ بخاری شریف میں یہ حدیث مروی ہے ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الناس فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم ذکر الدجال فقال انی لانذرکموہ وما من نبی الا انذر قومہ لقد انذر نوح قومہ ولکنی اقول لکم فیہ قولا لم یقلہ نبی لقومہ تعلمون انہ اعور وان اللہ لیس باعور یعنے ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور حمد کے بعد دجال کا ذکر کرکے فرمایا کہ میں اس سے تم کو ڈراتا ہوں کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جو اپنی قوم کو اس سے ڈرایا نہیں یہاں تک کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا لیکن میں ایک ایسی بات تمہیں کہتا ہوں کہ کسی نبی نے نہیں کہی یاد رکھو کہ وہ کانا ہے۔ اور اللہ کانا نہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ باوجودیکہ اس فتنہ کا وقت علم الٰہی میں معین تھا کہ قریب قیامت حضرت کی آخر امت میں ہوگا مگر شہرت اس کی نوح علیہ السلام ہی کے وقت سے دی گئی جس سے ہر فرد بشر پناہ مانگتا تھا اور انبیا ڈراتے رہے۔ وہ فتنہ کس بلا کا ہوگا جس کی دھوم عالم میں قبل از وقوع واقعہ اس قدر مچی ہوئی تھی حالانکہ دنیا میں صدہا بلکہ ہزارہا شدید وقائع اور

فتنے ہوئے مگر کسی زمانے میں اُن سے پناہ مانگی نہ گئی یہ فتنہ معمولی نہیں، بلکہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ نقشہ قیامت کا پیش نظر کر دے گا۔ جو فتنہ غیر معمولی اور فوق طاقت بشری ہو اُس کے دفع کرنے کا اہتمام بھی غیر معمولی طور پر ہونا مقتضائے حکمت ہے جس سے اُس فتنے کی وقعت اور بھی زیادہ ہو جائے یعنی اس اہتمام سے یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جس کے دفع کرنے کے لئے انبیائے اولوالعزم سے خاص ایک نبی جلیل القدر مقرر ہو وہ کیسا فتنہ ہوگا۔ غرض جس طرح تمام انبیاء کا ڈرانا اہل ایمان کے دلوں کو متزلزل اور اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لینے پر مضطر کرتا ہے عیسٰی علیہ السلام کو خاص اُس کے دور کرنے کے لئے متعین کرنا اُس اثر قلبی کو دوبالا کرتا ہے۔ اور

اس میں بڑی مصلحت یہ ہے

کہ کمال درجہ کی خصوصیت اس امت مرحومہ کی اور بکمال درجہ کا فضل بھی واحسان اُس پر مبذول ہونا اس سے ثابت ہے کہ ہر چند وہ فتنہ کتنا عظیم الشان ہو مگر اُس کے دفعیہ کی تدبیر بھی خاص طور پر پہلے ہی سے کر دی گئی تاکہ ہر مسلمان بصدق دل حق تعالیٰ کا شکر گذار اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو جان سے نثار رہے کہ اُن کی وجاہت اور روداری کے طفیل سے کیسی کیسی بلائیں ہمارے سر سے حق تعالیٰ ٹال دیتا ہے اگر ایسی نعمت عظمٰی کی قدر ہم نہ کریں تو بڑی کفران نعمت ہے

حاصل یہ کہ اس اُمت کی خرابیاں اس امر پہ قرینہ نہیں کہ عیسٰی فرضی ان خرابیوں کو دفع کرنے کے لئے آئے گا بلکہ اس اُمت کی جلالت شان اس امر پہ قرینہ ہے کہ حق تعالٰے اپنے فضل و کرم سے عیسٰی علیہ السلام کو مامور فرمایا کہ اشد ضرورت کے وقت تشریف لاکر دشمن قوی کے ہاتھ سے اسکو بچا دیں اور اس کے دشمن کو مقہور کر کے نئے سر سے اس امت کا سکہ تمام عالم میں جما دیں اور خود بھی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا فخر جس کی ایک زمانہ دراز سے آرزو تھی حاصل کریں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء ۔ یفعل اللہ ما یشآء و یحکم ما یرید۔ حدیث مذکورہ بالا میں آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں دجال کی وہ علامت تم سے کہتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں کہی وہ یہ ہے کہ دجّال اعور ہے اور اللہ اعور نہیں اس کا مطلب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ دجّال الوہیت کا دعوے کریگا کیونکہ اسکے ذکر کے ساتھ اللہ تعالٰے کا ذکر کرنا اور اس کو صفت مختصہ سے ممتاز کر دینا اس بات پر دلیل بین ہے کہ لوگوں کو اس کی شوکت اس کی قدرت ظاہری سے اس کی الوہیت کا گمان ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو جس کو حق تعالٰے کی طرف سے اتنی قدرت حاصل ہو جائے کہ مردوں کو زندہ کرنے لگے تو ضعیف الایمان لوگوں کو اس کی الوہیت کا شبہ ضروری ہوگا۔

اُس کا مردوں کو زندہ کرنا اس حدیث شریف سے ثابت ہے جو
بخاری شریف کے صفحہ (۱۰۵۶) میں ہے ان ابا سعید الخدری
قال حدثنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوماً حدیثا طویلاً
عن الدجال فکان فیما یحدثنا به انه قال یأتی الدجال وهو
محرم علیه ان یدخل نقاب المدینة فینزل بعض السباخ
التی تلی المدینة فیخرج الیه یومئذٍ رجل وهو خیر الناس
او من خیار الناس فیقول اشهد انك الدجال الذی حدثنا
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حدیثه فیقول الدجال
ارائتم ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فیقولون
لا فیقتله ثم یحییه فیقول واللہ ما کنت فیك اشد بصیرة
منی الیوم فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه (هکذا رواه
الحاکم فی المستدرك والبیهقی) یعنے ایک روز آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دجّال کی بہت سے احوال بیان فرمائے منجملہ اُن کے یہ ہے
کہ وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکیگا مگر کسی زمین شور میں اُس کے مقام
کرے گا اُس وقت ایک بزرگ اُس کے پاس جا کر کہیں گے کہ میں
گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی دجال ہے وہ اپنے ساتھیوں سے کہیگا کہ اگر
میں اس شخص کو قتل کر کے زندہ کروں تو کیا جب بھی میرے کام میں یعنے

خدائی میں بھیں شک رہے گا لوگ کہیں گے نہیں تب وہ ان کو قتل کر ڈالیگا
پھر زندہ کریگا وہ بزرگ زندہ ہوتے ہی کہیں گے کہ اب تو تیرے دجال
ہونے کا مجھکو اور بھی یقین ہوگیا۔ غرض اس قسم کی قدرتیں اس کو حاصل
ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو خبردار
فرمادیا کہ کتنی ہی قدرت اُس کو حاصل ہو مگر سمجھ رکھو کہ وہ خدا نہیں ہو سکتا
کیونکہ وہ کانا ہے اور خدا کانا نہیں ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دجّال کسی ایک آدمی کا نام نہیں ہے بلکہ
اس سے گروہ پادریاں مراد ہے اُنہوں نے اُن کو اس لئے اختیار کیا کہ
اگر شخص معین مراد ہو تو اُن کا دعوے عیسویت صحیح نہیں ہو سکتا کسی
شخص کو دجال معین کر کے بتلانا پڑتا اگرچہ ممکن تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب
بٹالوی کو بتا دیتے اس لئے کہ وہ ان کے سخت مخالف ہیں مگر ان سب
صفات کی تطبیق مشکل تھی غرض بمجبوری ایک گروہ کو دجال قرار دینے
کی انہیں ضرورت ہوی۔

دجال پادری لوگ ہیں۔

یوں تو دجّال کے باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں مگر چونکہ مرزا صاحب
بھی بخاری شریف کو بہت مانتے ہیں۔ جیسا کہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ
(۲۲۰) وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے بالفعل ہم انہیں دو حدیثوں کو
پیش کرتے ہیں جو ابھی لکھی گئیں انہیں میں غور کیا جاوے کہ آیا دجال ایک شخص

معلوم ہوتا ہے یا ایک قوم ہے۔

ان حدیثوں میں لفظ دجال مفرد ہے اگر جماعت مقصود ہوتی تو لفظ دجالون آتا جیسا کہ دوسرے احادیث میں وارد ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امتی کذابون ودجالون یہ دجال لوگ دجال موعود نہیں جس کے لئے عیسٰے علیہ السلام آئیں گے صرف مشابہت کی وجہ سے وہ دجال ٹھیرائے گئے ہیں کیونکہ دجال موعود کی خصوصیات اُن میں پائی نہیں جاتیں پھر یہ دجال جن کی کثرت اس حدیث شریف سے معلوم ہوئی ہے مثل پادریوں کے غیر محدود نہیں بلکہ ان کی تعداد بعض روایات میں ستائیس اور بعض میں تیس تک وارد ہے اور اُن دجالوں کی شناخت بھی حضرت نے فرمادی ہے کہ وہ سب یہ دعوے کریں گے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں اور چونکہ اب تک سنا نہیں گیا کہ کسی پادری نے رسالت کا دعوے کیا ہو اس لئے کسی پادری پر لفظ دجال صادق نہیں آسکتا اور اگر دجال سے پوری قوم پادریاں مراد ہے۔ جیسے مرزا صاحب ازالۃ الاوہام کے صفحہ (۴۸۸) میں لکھتے ہیں کہ لغت میں دجال جھوٹوں کے گروہ کو کہتے ہیں تو پہلے تو وہ قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ یہ معنے لغوی بیان کئے گئے ہیں جب تک کسی کتاب لغت سے نہ بتائے جائیں قابل تسلیم نہیں اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لئے جائیں تو ہمیں یہاں لغوی معنے سے بحث نہیں

ہمارا کلام اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو جو استعمال فرمایا اس کے معنے یہاں کل قوم پادری ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

حدیث مذکورہ بالا میں مصرح ہے کہ دجال مدینہ شریف کی کسی زمین شور میں اتریگا اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ وہاں اس کا جانا قبل نزول عیسے علیہ السلام ہوگا حالانکہ ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ کل گروہ پادریاں نہ اب تک وہاں پہنچا نہ آئندہ کے لئے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ سب کے سب جمع ہوکر تمام ایشیا اور یورپ کو خالی کرکے اس زمین پاک میں جائیں گے پھر مجموع گروہ پادریاں لفظ دجال سے کیونکر مراد ہو سکتی ہے پھر اُن بزرگوار کا جن کا ذکر حدیث موصوف میں ہے لاکھوں آدمیوں کے مقابلہ میں جاکر یہ کہنا کہ اشہد انک الدجال کیونکر صحیح ہوگا اس وقت یوں کہنا چاہیئے اشہد انکم الدجالون یا انکم الدجال۔ اسی طرح اس کا ساتھیوں سے پوچھنا کہ اگر میں اس کو مارکر زندہ کروں تو جب بھی تمہیں شک باقی رہے گا کیونکر صحیح ہوگا۔ کیا اس جملہ کو لاکھوں پادری ہم زبان ہوکر ادا کریں گے اور سب ملکر ہاتھوں ہاتھ اُن کو مار ڈالیں گے پھر سب ملکر زندہ کریں گے اسی طرح اس بزرگ کا مخاطبہ (ما کنت اشد بصیرۃ فیک) صیغہ واحد کے ساتھ وغیرہ ان قرائن سے ہر شخص کا وجدان گواہی دیتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اس

ارشاد کے وقت ایک ہی شخص تھا یہ بات دوسری ہے کہ قرائن خارجیہ کے لحاظ سے کسی ضعیف الایمان کی عقل اُس کو تمیز نہیں کرتی ہو جس کی پابندی مرزا صاحب کر رہے ہیں ہمارا کلام صرف اُسی نقلی امر میں ہے جو حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے جس پر ایمان لانا ہر ایمان دار کو ضروری ہے

الحاصل ان حدیثوں پر غور کرنے کے بعد کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ گروہ پادریوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال قرار دیا۔ ان کے سوا کئی حدیثیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ دجال پادریوں کا نام نہیں۔ چنانچہ منجملہ اُن کے چند حدیثوں کا مضمون یہاں لکھا جاتا ہے۔

حدیث[عه] ۲۰۵۹

(۱) دجال کے ماں باپ کو تیس سال تک اولاد نہ ہوگی۔

(۲) دجال کا باپ دراز قد کم گوشت ہوگا اور اُس کی ناک چونچ کے جیسی ہوگی اور اُس کی ماں کے پستان دراز ہوں گی۔

حدیث ۲۰۶۵

(۳) دجال یہودی ہوگا۔ مرزا صاحب نصاریٰ کے پادریوں کو دجال کہتے ہیں۔

حدیث ۲۰۲۵

(۴) دجال کا حلیہ یہ ہے کہ وہ جوان ہوگا اور اُس کی تشبیہ ایک شخص کے ساتھ دی گئی جو حضرت کے زمانے میں موجود تھا اور صحابہ اُس کو پہچانتے تھے۔

حدیث ۲۰۲۸

(۵) اُس کے دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔

[عه] یہ کل حدیثیں کنز العمال کے جلد ہفتم میں ہیں سہولت کے لئے حدیث کے ہندسے لکھدئے ہیں

(۶) اُس کو اولاد نہ ہوگی۔ ۲۰۳۵

(۷) جب وہ سوئیگا تو اُس کی آنکھیں بند رہیں گی اور دل بیدار ۲۰۵۹

(۸) وہ اصفہان کے بعض دیہات سے نکلیگا۔ ۲۰۲۷

(۹) وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ سیاحت کرے گا۔ ۲۱۰۳

(۱۰) نہروان پر دجال کا مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ ہوگا مسلمان غربی جانب میں ہوں گے اور وہ شرقی جانب میں۔ ۲۰۹۹

(۱۱) عیسےٰ علیہ السلام اترتے ہی اُس کو اور اُس کے لشکر کو ہزیمت دیں گے اور اُس کو قتل کریں گے اُس وقت ہر چیز یہاں تک کہ دیواریں اور جھاڑوں کی ٹہنیاں مسلمانوں کو پکار کر کہیں گی کہ کافر یہاں چھپا ہے اُس کو مار لو۔ ۲۱۰۳

(۱۲) دجال کے زمانے میں مسلمانوں کی غذا تسبیح و تقدیس ہوگی جس سے اُن کی بھوک جاتی رہے گی۔ ۲۰۴۱

(۱۳) دجال جبل احد پر چڑھکر مدینۂ شریف کو دیکھے گا اور اپنے ساتھیوں سے کہیگا کہ سفید محل احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مسجد ہے۔ پھر مدینے میں جانا چاہے گا مگر جا نہ سکیگا اُس وقت مدینہ کو تین زلزلے ہوں گے جن سے منافق اور فاسق نکل پڑیں گے۔ ۲۱۱۸

ان کے سوا اور بہت سے حالات اور خصوصیات دجال کے احادیث میں

مذکور ہیں جن میں سے چند علامات کو مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام میں ذکر کرکے بعض کو تو ردی کر دیا اور بعضوں میں تاویلیں کیں۔

موضوعیت احادیث

اگرچہ محدثین بھی بعض احادیث کو موضوع اور بعض کو ضعیف ٹھہرایا کرتے ہیں لیکن اُن کے پاس یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب تک کسی حدیث کے راویوں میں کوئی جھوٹا حدیثیں دل سے تراشنے والا ثابت نہ ہوجائے اُس کی روایت کو ساقط الاعتبار نہیں کرسکتے پھر اگر ایسا شخص کسی حدیث کے راویوں میں پایا جانے کی وجہ سے حدیث کو موضوع یا ضعیف ٹھیراتے ہیں تو جب بھی یہ کھٹکا اُن کو لگا رہتا ہے کہ شاید وہ حدیث موضوع نہ ہو اس لئے کہ آخر جھوٹا کبھی سچ بھی کہتا ہے اس وجہ سے وہ تلاش کرتے ہیں کہ وہ روایت کسی اور طریقہ سے آئی ہے یا نہیں غرض وہ کمال احتیاط سے کام لیتے ہیں کیونکہ جو بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقع میں فرمائی ہو اُس کو لغو کر دینا یا نہ ماننا کمال درجہ کی بے ایمانی ہے حقتعالےٰ فرماتا ہے وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ترجمہ جو کچھ تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیں اُس کو لو اور جس سے منع کریں اُس سے باز رہو اس تحقیق و تنقیح سے مقصود یہ کہ واقعی طور پر حضرت کا فرمانا ثابت ہو جائے اس کام کے لئے اُنھوں نے خاص ایک علم اصول حدیث مدون کیا ہے

سورۂ حشر ع ۱

جس میں تحقیق و تنقیح کے قواعد مقرر ہیں۔ اور ایک فن خاص راویان حدیث کی تحقیق کے لئے مدوّن کیا ہے جس کو فن رجال کہتے ہیں اُس میں راویان حدیث کی سوانح عمریاں لکھے جاتے ہیں۔ ہر محدث کا فرض ٹھیرایا گیا ہے کہ جس محدث سے ملاقات ہو خواہ وہ اوستاد ہو یا ہمعصر اُس کے حالات کی پوری پوری تحقیق کر کے اپنے شاگردوں اور ملاقاتیوں کو اُس پر مطلع کردیں تاکہ آئندہ آنے والوں کو اُس کے پورے احوال معلوم رہیں جس سے اُس کی روایتوں کے ضعف و قوت کا اندازہ کرسکیں کسی حدیث کے خلاف عقل یا نقل ہونے سے اُس حدیث کو وہ رد نہیں کرسکتے جب تک اُس کا راوی مخدوش و مجروح ثابت نہ ہو کیونکہ جب نبیؐ کا ارشاد سچے لوگوں کی روایت سے ثابت ہوجائے تو مومن کو اُس کا ماننا ضرور ہے اس میں عقل کو دخل ہی کیا ہے جتنے لوگ کافر ہو گئے اکثر بلکہ کل کو عقل ہی نے تباہ کیا۔

مگر مرزا صاحب نے یہ نیا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ جو حدیث اُن کے مقصود کے مضر یا مخالف ہو اُس کو صاف باطل کہدیتے ہیں پھر اُس پر بھی اکتفا نہیں اُس کے ماننے والوں کو مشرک اور بے دین بھی ٹھہراتے ہیں دیکھ لیجئے جن احادیث میں دجال کے استدراج مثلاً زندہ کرنا پانی برسانا وغیرہ امور مذکور ہیں ذکر کر کے صاف لکھ رہے ہیں کہ یہ مشرکوں کے

اعتقاد ہیں۔

اب غور کیجیے یہ سب احادیث حدیثوں کی کتابوں میں موجود ہیں اور ان کتابوں پر کس کو اعتقاد نہیں تمام فقہا انہیں کتابوں سے استدلال کرتے ہیں تمام اولیاء اللہ انہیں سے استفادہ کرتے ہیں تمام اہل اسلام انہیں کتابوں کو اپنے دین کی کتابیں سمجھتے ہیں اگر بقول مرزا صاحب یہ اعتقادات شرک ہیں تو ان کتابوں کو شرک سے بھری ہوی کہنا پڑیگا اور ان کے جمع کرنے والوں کو مشرک معاذ اللہ۔

ابھی معلوم ہوا کہ دجال کے زندہ کرنے کی حدیث بخاری شریف میں موجود ہے اور کنز العمال سے ظاہر ہے کہ تقریباً کل محدثین نے دجال کے اس قسم کے استدراج کی حدیثیں بکثرت روایت کی ہیں۔ اول درجہ میں ان حضرات پر الزام شرک کا عائد ہوتا ہے پھر ان کتابوں کے معتقدوں پر جن میں جمیع اہل سنت وجماعت شریک ہیں پھر یہ سلسلہ صرف محدثین ہی پر ختم نہیں ہوسکتا ان حدیثوں کے کل رواۃ صحابہ تک اس الزام سے بچ نہیں سکتے۔ اور بڑے غضب کی یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمانا وہ بھی عین خطبہ میں جو خاص احکام الٰہی پہنچانے کے لئے موضوع ہے کس قدر وحشت انگیز ہوگا۔

اس سے بڑھ کر سنئے ازالۃ الاوہام کے صفحہ (۳۲۲) میں لکھتے ہیں

یہ اعتقاد بالکل فاسد اور غلط اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ یہ مشرکانہ خیال کس اعتقاد کی نسبت جو قرآن شریف سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی یعنی عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندے بنا کر ان میں پھونکتے تو حق تعالیٰ کے اذن سے وہ پرندے ہو جاتے تھے اس کے بعد میں تقریر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اہل ایمان خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور کیا بے باکی ہوگی شعر

آں کس کہ ز قرآن و خبر زو نرھی　　آنست جوابش کہ جوابش ندھی

ہم نے مانا کہ مرزا صاحب ان احادیث میں تاویل کرکے اپنے مرضی کے موافق بنا لیتے ہیں مگر اس کا کیا جواب ہوگا کہ خود ازالۃ الاوہام کے صفحہ (۵۴۰) میں تحریر فرماتے ہیں کہ النصوص تحمل علی الظواہر مسلم ہے یعنے یہ بات مسلم ہے کہ نصوص کے ظاہری معنے لئے جاتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ وغیرہم نے ان احادیث کے معنے وہی سمجھے جو مثل روز روشن ظاہر و باہر ہیں اور انہیں پر قرینہ قطعیہ یہ ہے کہ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی تاویل کی طرف کبھی اشارہ فرمایا نہ صحابہ سے کوئی تاویل مروی ہے نہ کسی محدث و فقیہ نے تاویل کی بلکہ جہاں ان کا مضمون بیان کیا وہی بیان کیا جو ہر شخص

سمجھتا ہے بہرحال تاویل اختیار کرنے والے شروع سے آخر تک بقول مرزا صاحب مشرک ٹھہر رہے ہیں جن کی کوئی دوسری بات بھی قابل اعتبار نہیں رہ سکتی اس لئے کہ مستند اور معتبر تو وہ شخص ہو سکتا ہے جو متدین ہو اور آدمی کو غیر متدین بنانے والی شرک سے بڑھکر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں اپنی تمام جودت طبع صرف کر کے ایسے ایسے مضامین تحریر فرمائے ہیں کہ کسی کو اب تک نہ سوجھے۔ شرک کی وہ ڈانٹ بتائی کہ بھولے بھولے خوش اعتقاد لوگ گھبرا کر مرزا صاحب کا کلمہ پڑھنے لگے اور شدہ شدہ ایک گروہ بن گیا۔

ابھی آپ کو معلوم ہو چکا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں اسی قسم کا شرک آیۂ شریفہ ان الحکم الا للہ سے ثابت کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذمے لگایا گیا تھا جس نے بہتوں کو راہ استقامت سے ہٹا کر زمرۂ خوارج واہل ہوا میں شریک کر دیا۔ جن کا سلسلہ آج تک ختم نہیں ہوا مگر اہل حق اس شرک مصنوعی کو عین ایمان سمجھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اتباع سے ایک قدم نہ ہٹے اب بھی اہل ایمان کو چاہیئے کہ کمال استقلال سے اپنے قدیم عقیدہ پر ثابت قدم رہیں ورنہ وہی خوارج کا حال ہوگا۔

اس موقع میں بھی جب ہم سلف صالح پر نظر ڈالتے ہیں تو کل اہل سنت وجماعت بلکہ کل امت مرحومہ کا اتفاق اور صحابہ کا اجماع اس شرک مصنوعی کو

مرزا صاحب کی مخالفانہ توحید کو محل خطر میں ڈال رہا ہے ؎

ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست نان حلال شیخ ز آب حرام ما

اور یہ آیۂ شریفہ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا اس نئے ایمان کی طرف ایک قدم بڑھنے نہیں دیتی اور بے اختیار یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے ؎

ہر چہ گیرد علتے علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

ابھی آپ سن چکے ہیں کہ جو لوگ اہل حق کے مخالف ہیں اگر وہ قرآن بھی پڑھکر سنانا چاہیں تو نہ سننا چاہیئے اگر اتباع حق منظور ہو تو احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ اور سلف صالح کو اپنا مقتدا بنائے اور سیدھے اُن کے پیچھے پیچھے ہی چلئے جب تو امید قوی ہے کہ وہیں پہنچو گے جہاں وہ حضرات پہنچگئے ہیں اور اگر آپ نے ان کی راہ چھوڑ دی تو یاد رکھئے کہ اُن سے تو آپ نہیں مل سکتے اور سوائے پریشانی کے کوئی فائدہ نہ ہوگا اُن حضرات کا طریقہ چھوڑتے ہی پہلے پہل بہتّر راہیں آپ کے پیش نظر ہو جائیں گی جن پر ایک ایک گروہ قرآن وحدیث لئے ہوے آپ کو اپنی طرف کھینچتا ہوگا پھر مختلف دین وآئین والے دلائل عقلیہ کی تلواریں کھینچکر آپ پر ہجوم کریں گے جن سے دین وایمان کا بچانا مشکل ہوگا اگر آپ اپنے ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس فقرہ پر عمل کیجیے جو کسی بڑے تجربہ کار کا قول ہے "یک در گیر محکم گیر"

کلام اس حدیث شریف میں تھا جو بخاری میں ہے تعلمون انہ اعور وان اللہ لیس باعور سمجھ رکھو کہ دجال اعور ہے اور اللہ اعور نہیں۔ مرزا صاحب اس کے یہ معنے بتاتے ہیں کہ دجال سے مراد فرقہ پادریان ہے اور ان کا اعور ہونا یہ ہے کہ ان کو دین کی عقل نہیں صرف ایک آنکھ ہے یعنے عقل معاش ہے اگر اس کے یہی معنی قرار دے جائیں تو اس کا حاصل مطلب یہ ہوگا (یاد رکھو کہ پادریوں کو دین کی عقل نہ ہوگی اور اللہ تعالےٰ کو دین کی عقل ہوگی) اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آتا خدائے تعالےٰ تو خالق عقل ہے۔ مسلمان تو کیا کافر بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ کسی زمانہ میں خدائے تعالےٰ کو دین کی عقل ہوگی یا نہ ہوگی پھر اس اہتمام اور تاکید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ان اللہ لیس باعور کیونکر صحیح ہوگا کیا صحابہ سے کسی نے یہ خیال کیا ہوگا کہ دجال یعنے پادریوں کو تو دین کی عقل نہ ہوگی مگر خدائے تعالےٰ کو بھی ہوگی یا نہ ہوگی جس کے جواب میں حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ ضرور ہوگی معاذ اللہ صحابہ کی یہ شان نہیں کہ ایسا رکیک خیال کریں۔ پھر اگر دجال سے مراد گروہ پادریاں ہو تو وہ گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا چنانچہ خود قرآن شریف میں ان کا ذکر ہے۔ اور ان کو دین کی عقل نہ ہونا بھی ثابت ہے کہ باوجودیکہ معجزات اور آیات بینات بچشم خود دیکھتے

مگر ایمان نہیں لاتے تھے۔

اس زمانے کے بیچارے پادریوں نے تو ایک بھی معجزہ نہیں دیکھا
دراصل اگر اعور کے بھی معنے ہیں تو یہ لفظ انہی کے واسطے زیبا ہے اُن کے
مقابلہ میں ان کو ارمد[1] کہنا چاہیئے۔ اور اس دجال اعور کے قتل کرنے کے واسطے
نہ عیسٰی کی ضرورت تھی نہ مثیل عیسٰی کی کیونکہ اُس دجال کے وقت میں خود
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موجود تھے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں
کہ اگر دجال میرے وقت میں نکلے تو میں خود اُس کا مقابلہ کر لوں گا۔ تمہاری
ضرورت نہیں کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان یخرج وانا
فیکم فانا حجیجہ دونکم رواہ احمد ومسلم والترمذی
وابن ماجہ[2]۔ ہاں دجال ارمد کیلئے اگر مثیل عیسی کی ضرورت ہو تو دوسری
بات ہے مگر ہم نہ اس دجال ارمد کو دجال موعود کہہ سکتے ہیں نہ اُس کے
قاتل کو عیسی موعود یہ دجال وعیسٰی دونوں مانحن فیہ سے خارج ہیں ہمارا کلام
اُس دجال میں ہے جس سے نوح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک تمام انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو ڈرایا اور حضرت نے اپنی امت کو اُس سے
ڈرا کر اُس کی علامتیں بتلا دیں دجال مرزا صاحب والا دجال ہرگز نہیں ہو سکتا ورنہ
ان اللہ لیس باعور فرمانا کسی طرح صادق نہیں آ سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی علامتیں جو بکثرت بیان فرمائیں

[1] ارمد اس شخص کو کہتے ہیں جسکے آنکھ میں رطوبت تیز آشوب ہو

[2] ص ۱۹۱ کنز العمال جلد ۷ ص ۱۵۷ شمارہ (۲۰۲۵)
شمارہ (۲۰۷۵)

جن میں سے چند اوپر مذکور ہوئیں اُس سے مقصود حضرت کا صاف ظاہر ہے کہ صرف خیر خواہی امت ہے تاکہ علامتیں اپنے دشمن کی معلوم کر رکھیں اور موقع پر اس کو پہچان کر اس کے شر سے بچیں مگر مرزا صاحب کو یہ خیر خواہی منظور نہ ہوئی۔ بالفرض اگر مرزا صاحب کی چل جائے اور پادریوں ہی کو دجال سمجھ بیٹھیں اور دجال اعور وقت مقررہ پر نکل آوے اور ضرور نکلیگا تو اُس وقت یہ اُس سے خالی الذہن رہیں گے اور جو مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کی علامات بیان فرمانے سے تھا وہ تو خدانخواستہ فوت ہو جائے گا معلوم نہیں اس سے مرزا صاحب کا کیا فائدہ ہو گا اور حضرت کو کیا جواب دیں گے۔

ازالۃ الاوہام اور مناظرہ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب بھی بخاری شریف کو اصح الکتب سمجھتے ہیں پھر اُس کی روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ دجال الوہیت کا دعوے کرے گا اور مردے کو زندہ کر کے اُس کی تصدیق بھی کر دکھائے گا۔ تو اب مرزا صاحب کا پادریوں کو دجال قرار دینا بے موقع ہے اسلئے کہ بے چارے پادریوں میں تو سوائے معمولی باتوں کے ایک بھی بات ایسی پائی نہیں جاتی جس سے کوئی جاہل بھی ان کی خدائی کا خیال کرے ان سے بچانے کے لئے تو ایک ہی عام حکم کافی ہے قولہ تعالےٰ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ

۲۰۱۰ / ۱۹۶۱ مہرہ

امنوا لا تتخذوا الیہود والنصارٰی اولیاء بعضہم اولیآء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم یعنے جو کسی یہودی یا نصرانی کو دوست رکھیگا وہ بھی انہیں میں ہے اسی وجہ سے پادریوں کو کوئی جاہل مسلمان بھی دوست نہیں رکھتا اور جو دل سے دوستی رکھتا ہے وہ کرستان ہو ہی جاتا ہے اس میں پادریوں کا کیا قصور جن پر طمع دنیوی غالب ہوتی ہے ہمیشہ اُن کے دین و ایمان کی یہی کیفیت رہی ہے دجال اعور اصطلاحی مرزا صاحب خود طمع دنیوی اور پیٹ کے دھندے میں گرفتار تھا چنانچہ اُس کا انجیل میں تحریف کرنا اسی غرض سے تھا کہ کچھ پیسے ملجائیں قال اللہ تعالےٰ فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھٰذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا ط اور دجال ردہ بھی اسی آفت میں پھنسا ہوا ہے اس کو دعوائے الوہیت سے کیا سروکار وہ بیچارہ تو سر راہ پٹا کرتا ہے اور اپنی مظلومی کو باعث فخر سمجھتا ہے قتل کرکے زندہ کرنا تو درکنار گورمنٹ کے خوف سے کسی کو قتل کی تہدید بھی نہیں کرسکتا۔

سورہ بقرہ رکوع ۹

مرزا صاحب ہندوستان کے پادریوں کے فتنے جس قدر بیان کرتے ہیں سب واقعی ہیں مگر ایسے فتنے تو ہمیشہ اس امت میں ہوتے ہی رہتے ہیں

شروع سے دیکھئے کیا یزید کا فتنہ کم تھا اُس کے بعد حجاج کا فتنہ جس سے صحابہ اور تابعین الحذر کرتے تھے علیٰ ہٰذالقیاس قرامطہ اور چنگیز خاں و ہلاکو وغیرہ کے فتنے عرب عجم افریقہ وغیرہ بلاد اسلام میں ہوتے ہی رہے ہیں پادریوں کا فتنہ ہندوستان میں ان فتنوں کے پاسنگ بھی نہیں ان کا اثر تو انہیں لوگوں پر ہوتا ہے جو ضعیف الایمان اور طمع دنیوی میں گرفتار ہیں۔

پھر مرزا صاحب جو ہندوستان کے پادریوں کو دجّال قرار دیتے ہیں ان کو پہلے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ دجّال کا فتنہ ہندوستان کے ساتھ خاص ہے اور ممکن نہیں کہ کسی حدیث سے یہ ثابت ہوسکے کہ دجال ہندوستان میں نکلیگا برخلاف اس کے احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ وہ اصفہان کے دیہات سے نکلیگا اور حرمین شریفین و شام میں پہنچیگا حالانکہ پادریوں کا ان دونوں جگہ گزر ہی نہیں ان تصریحات کے بعد ہندوستان والے پادریوں کو دجّال سمجھنا ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب کو دجّال کی تلاش کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہوی کہ عیسویت اور مہدویت کا دعوے بغیر اُس کے صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ ان تینوں کے ظہور کا زمانہ بہت ہی قریب قریب ہے۔ مرزا صاحب نے اس موقع میں کمال ذہانت سے

کام یہ کر ان تینوں کا اتفاق پبلک کے سامنے پیش کر دیا کہ خود تو مہدی اور عیسیٰ ہیں اور پادری دجال۔ ان کے پہلے جن لوگوں نے مہدویت کا دعوے کیا تھا ان میں کسی کو یہ نہ سوجھی انہوں نے صرف یہ خیال کر لیا تھا کہ دعوے مہدویت کے زمانہ میں نہ عیسےٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے نہ دجال کی کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام آسمان سے اتریں گے انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ دجال اور عیسےٰ کی خبر اگر پوچھی جائے گی تو کہہ دیا جاوے گا کہ وہ ابھی آتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اس سوال وجواب کی بھی ضرورت باقی نہ رکھی کیونکہ جب دجال مہدی عیسےٰ اکٹھے ہو گئے تو اب کونسی حالت منتظرہ ہے جس کے پوچھنے کی ضرورت ہو۔ غرض سیدھے سادھے مسلمان ان لوگوں کے دعوؤں کو بھی قبول کرتے رہے اور لاکھوں کا مجمع ان کے ساتھ ہو گیا اب بھی وہی کیفیت ہے۔

اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی بہت سی علامتیں ذکر فرما کر آخری علامتوں میں یہ فرما دیا تھا کہ مہدی نکلیں گے اور اسلام کی تائید میں نصاریٰ سے سخت جنگ کرکے فتح پائیں گے اور پھر دجال نکلیگا اور اس کو عیسےٰ علیہ السلام قتل کرینگے چونکہ ہر مسلمان کا کامل اعتقاد ہے کہ حضرت کی جملہ پیشین گوئیاں باطلاع

وحی الٰہی تھیں جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اس لئے جب وہ کوئی تغیر اور نئی بات دیکھتے
فوراً قیامت ان کے پیش نظر ہو جاتی اس کا انتظار صحابہ ہی کے زمانہ
سے شروع ہو گیا تھا چنانچہ ابن صیاد یہودی سے جب بعض خوارق
عادات صادر ہونے لگے تو بعض صحابہ کو گمان ہو گیا تھا کہ کہیں یہی دجال
نہ ہو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا ارادہ مصمم کر لیا تھا
مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا کہ اگر یہ ہی دجال موعود
ہے تو اس کو تم قتل نہیں کر سکتے اس کا قتل عیسےٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر
مقدر ہے اگر وہ نہیں ہے تو اس کا قتل بیجا ہے۔

یہاں یہ خلجان ہوتا ہے کہ دجال کا واقعہ تو قیامت کے قریب ہونیوالا
ہے جیسا کہ صحیح صحیح احادیث سے ثابت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے اسی زمانہ میں اس کو دجال کیوں سمجھا اس کا جواب یہ ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں نہایت حزم و احتیاط تھی جس کا
حال ان کی سوانح عمری سے ظاہر ہے چنانچہ مشہور ہے کہ شجرۂ بیعت
رضواں باوجودیکہ متبرک مانا جاتا تھا اور لوگ دور دور سے اس کی زیارت
کو جاتے تھے مگر انہوں نے اس احتیاط کے لحاظ سے کہ کہیں پرستش شروع
نہ ہو جائے اس کو کٹوا ڈالا غرض جب آپ نے دیکھا کہ ابن صیاد یہودی

بھی ہے اور خوارق عادات بھی کچھ کچھ اُس سے صادر ہو رہے ہیں
اور دجال میں بھی یہی باتیں ہوں گی اپنے اقتضائے طبع کے مطابق
حفظ ماتقدم اور حزم کے لحاظ سے چاہا کہ ابتدا ہی میں اس شجرۂ خبیثہ
کی بیخ کنی کر دی جائے۔ یہاں ایک اور شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یقینی طور پر کیوں نہیں فرما دیا کہ وہ دجال ہے
یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالٰی کو منظور ہے کہ قیامت کا
وقت مبہم رہے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ بہت دور ہے تاکہ مسلمانوں
کا ہر وقت خیال لگا رہے کہ شاید وہ ابھی قائم ہو جائے جس کی وجہ سے
عمل خیر میں ساعی رہیں ارشاد ہوتا ہے۔ یسئلونک عن الساعۃ
ایان مرسٰھا قل انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو
ثقلت فی السمٰوات والارض لا تاتیکم الا بغتۃ یسئلونک
کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ۔ ترجمہ آپ سے پوچھتے ہیں
کہ قیامت کا کب ٹھیراؤ ہے کہئے اس کی خبر تو میرے ہی رب کے پاس
ہے وہی کھول دیگا اُس کو اپنے وقت بھاری ہے وہ آسمان اور زمین
میں وہ تم پر آوے گی تو یکایک آویگی۔ ایسے پوچھنے لگتے ہیں گویا آپ
اُس کے متلاشی ہو تو آپ کہئے کہ اُس کا علم خاص اللہ کے پاس ہے۔
اور یہ بھی ارشاد ہے ویقولون متی ھو قل عسٰی ان یکون قریبا

سورۂ اعراف ع ۲۳

سورۂ بنی اسرائیل ع ۵

یعنے لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب ہے آپ کہئے کہ شاید وہ قریب ہی ہو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر فرمایا کرتے کہ میں قیامت کے
قریب مبعوث ہوا ہوں۔
غرض ان آیات و احادیث سے قیامت ہر وقت صحابہ کے پیش نظر
رہتی تھی اور اپنی عادت کے مطابق قریب کے معنے سمجھتے تھے پھر کیا معلوم
کہ اللہ تعالے کے پاس قریب کس مقدار کے زمانہ کا نام ہے وہاں تو ایک دن
ہزار برس کا ہے کما قال تعالے وان یوما عند ربک کالف سنۃ
مما تعدون یعنے ایک دن تمہارے رب کے پاس ان ہزار سال کے
برابر ہے جو تم شمار کرتے ہو۔ اس حساب سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ سے آجتک ڈیڑھ دن بھی نہیں گذرا اگر اس زمانہ میں
کہا جاتا کہ قیامت کل ہے تو بھی دو ہزار سال تک کسی کو پوچھنے کا حق
نہ تھا اور فردائے قیامت اس پر برابر صادق آسکتا۔
غرض مصلحت الٰہی اسی کو مقتضی ہے کہ قیامت کا حال پوشیدہ
رہے اور لوگ اس کو قریب سمجھتے رہیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اعلے درجہ کے مرضی شناس حق تعالے کے تھے۔ اس وجہ سے ابن صیاد
کے دجال موعود ہونے کی نہ آپ نے تصدیق کی نہ انکار فرمایا بلکہ ایک
ایسا مجمل کلام فرمایا کہ مقصود فوت نہ ہو یعنے ارشاد ہوا کہ اگر یہ وہی

سورۂ حج ع ۵

دجال ہے تو تم اُس کو مار نہ سکو گے اور اگر نہیں ہے تو اُس کا قتل بیجا ہے
اب ابن صیاد کا بھی تھوڑا احوال سنئے کہ کیسا پہلو دار ہے جامع ترمذی میں
حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا
کہ دجال کی ماں باپ کو تیس برس تک بچہ نہ ہوگا اور اُس کے بعد
ایک لڑکا ہوگا ایک چشمی جس کا ضرر زیادہ ہوگا اور نفع کم اُس کے
سونے کی کیفیت ہوگی کہ آنکھوں میں تو نیند رہے گی اور دل ہوشیار
اور باپ اُس کا بہت بلند قد کم گوشت اُس کی ناک چونچ کے جیسی ہوگی
اور اس کی ماں موٹی دراز پستاں ہوگی ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ اُس کے بعد
ایک لڑکے کی شہرت ہوئی کہ عجائب روزگار سے ہے میں اور زبیر بن العوام
رضی اللہ عنہ اُس کے گھر گئے دیکھا کہ ایک مرد اور اُس کی عورت کا وہی
حلیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا ہم نے اُن سے
پوچھا کہ تمہیں کوئی لڑکا بھی ہے اُنہوں نے کہا کہ تیس برس کے بعد
ہمیں ایک لڑکا پیدا ہوا جو ایک چشمی ہے اُس سے نقصان بہت ہی
اور نفع کم۔ سوتا ہے تو آنکھیں بند رہتی ہیں اور دل ہوشیار۔ ہم ان کے
پاس سے جب نکلے تو وہ دھوپ میں کچھ اوڑھا ہوا پڑا گنگنا رہا ہے ہماری
آہٹ سنکر پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے ہم نے کہا کہ کیا تو نے سُنا۔ کہا ہاں
میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے مسلم شریف میں ہے کہ ابوسعید خدریؓ

حال ابن صیاد

کہتے ہیں کہ ایک بار سفر حج میں میرا اور اُس کا ساتھ ہوا اُس نے بہت سی باتیں کہیں کہ صحابہ مجھے دجال سمجھتے ہیں حالانکہ دجال جنین چناں ہے اور وہ باتیں مجھ میں نہیں ہیں اس کی باتیں میرے دل میں اثر کر رہی تھیں کسی نے پوچھا کہ اگر تو ہی دجال ہو تو تجھے اچھا معلوم ہوگا یا نہیں کہا اگر وہ خدمت پیش کی جائے تو میں اُس کو مکروہ نہ سمجھونگا اور پھر اُس نے کہا کہ خدا کی قسم دجال کی پیدایش کی جگہ اور اُس کا مقام میں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اب وہ کہاں ہے۔

ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں کہ یہ باتیں سنکر مجھے پھر اشتباہ ہوگیا انتہی ملخصاً

ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ ابن صیاد مدینہ شریف کے کسی راستہ میں مجھ سے ملا اتنا پھولا کہ راستہ بھر گیا میں نے اُس کو دھتکار کر کہا کہ تیری کچھ قدر نہیں یہ کہتے ہی وہ سسٹ گیا اور میں راستہ پاکر چلا گیا انتہی ملخصاً

اس کے سوا اُس کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے صحابہ کو اُس کے دجال ہونے کا خیال پیدا ہوگیا تھا۔ چنانچہ ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر دس قسمیں کھانا بہتر سمجھتا ہوں اس سے کہ اُس کے دجال نہونے پر ایک قسم کھالوں یعنے دس حصہ گمان ہے کہ وہی دجال ہوگا۔

پھر موت میں بھی اُس کے اختلاف ہے بعض روایات سے اُس کا

صہ ۳۰۰ کنزالعمال ج ۷

صہ ۲۰۰ کنزالعمال ج ۷

[illegible] معلوم ہوتا ہے مگر سنن ابی داؤد میں یہ روایت ہے کہ جابرؓ کہتے ہیں
جس زمانہ میں یزید کا لشکر مدینہ طیبہ پر آیا تھا ابن صیاد گم ہوگیا۔
الحاصل جب منظور الٰہی تھا کہ علی التعیین قیام قیامت کا زمانہ کسی کو
معلوم نہ ہوا اور اس کو دور بھی نہ سمجھیں جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر
ہے تو حکمت بالغہ مقتضی ہوئی کہ حضرت ہی کے زمانہ میں ایک ایسا شخص
پیدا ہو کہ اس کے دجال ہونے کا گمان تمام مسلمانوں کو ہو جائے اور
اس کے ظہور سے خائف و ترساں رہ کر اپنے ایمان کے استحکام کی فکر میں
لگے رہیں اور خدائے تعالیٰ سے پناہ مانگا کریں کہ الٰہی اس کے فتنے
سے ہمیں بچا۔ یہ اسی وجہ سے ہمارے خیر خواہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ہمیں تعلیم فرما دی کہ ہر نماز کے آخر میں یہ دعا کیا کریں۔ واعوذ بک
من شر فتنۃ المسیح الدجال۔

آپ حضرات اس تقریر سے سمجھ گئے ہوں گے اس زمانہ میں نہ ابن صیاد
کوئی ایسا شخص تھا کہ اس کی ذات سے کچھ خوف ہو نہ اس کے دجال
سمجھنے سے یہ خیال کیا گیا کہ اس حالت موجودہ کے لحاظ سے وہ قابل
خوف تھا۔ چنانچہ مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے کہ ابن عمرؓ
نے اس کو ایک لکڑی ایسی ماری کہ اس کے جسم پر ٹوٹ گئی حالانکہ وہ بھی
قسم کھا کر کہتے تھے کہ مسیح الدجال یہی ابن صیاد ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں

لکھا ہے البتہ خوف اُس کے اُس فتنے کا تھا جو قیامت کے قریب
ہونے والا ہے جس کے انسداد کی غرض سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو
قتل کرنا چاہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فان یکن الذی
تخاف لن تستطیع قتلہ۔ رواہ مسلم (۱) یعنے اگر یہ ہی دجال ہے
جس میں تمہیں خوف ہے تو تم اُس کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ عیسےٰ ابن مریم
اُس کو قتل کریں گے رواہ احمد بن حنبل رح۔

اصل واقعات ابن صیاد کے یہ تھے جو مذکور ہوئے مرزا صاحب
کو چونکہ عیسویت جمانے کی غرض سے دجال کی بہت تلاش تھی بکمال
پریشانی میں لفظ دجال ابن صیاد کے نسبت چل گیا بے خود ہو گئے
کہ اب کیا ہے دجال کو مار لیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ دجال معہود حضرت ہی
کے زمانے میں مر گیا اب از خود رفتہ ہیں کبھی تو تمام اہل سنت وجماعت پر
بلکہ تمام اہل اسلام پر حملہ کر رہے ہیں کہ یہ سب مشرک ہیں کہ دجال موعود کو
خدا کا شریک بنا رہے ہیں کبھی اکابر علمائے امت پہ وار ہے کہ ان علماء
نے دجال کو ہوا بنا رکھا ہے کبھی اکابر محدثین پر طعن ہے کہ ان کی کتاب
بھی خواہ بخاری ہو یا مسلم قابل اعتبار نہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ دجال
کے آخر زمانے میں نکلنے کی حدیثیں بخاری ومسلم وغیرہ میں ہیں اور ابن صیاد
کے دجال ہونے کی روایتیں بھی انہیں میں ہیں اس لئے اذا تعارضا

تسا قطا بر عمل کرکے دونوں قسم کی حدیثوں کو ساقط الاعتبار کرنا چاہیئے اور دجال کے استدراج میں جو احادیث صحاح میں وارد ہیں نقل کرکے لکھتے ہیں (سوچنا چاہیئے کتنا بڑا ظہرک ہے کچھ انتہا بھی ہے) جملہ اہل سنت جماعت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے اور خود مرزا صاحب بھی اپنے استدلال کے موقع میں یہ فقرہ پیش کیا کرتے ہیں اور بقیہ کتب صحاح کے نسبت اجماع ہے کہ ان میں کوئی حدیث موضوع نہیں مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ حدیثیں ساقط الاعتبار ہیں سخت حیرت کا مقام ہے۔

ابن صیاد کو دجال سمجھنے اور قیامت کے قریب خروج دجال ہیں مرزا صاحب تعارض قرار دیکر کل حدیث کی کتابوں کو جو بے اعتبار بناتے ہیں معلوم نہیں کہ کس بناء پر ہے۔ تعارض تو جب ہوتا کہ صحابہ اس کی تصریح بھی کر دیتے کہ دجال نکل چکا اور اب وہ قیامت تک نہ نکلیگا حالانکہ یہ تصریح کسی کتاب میں نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا فان یکن الذی تخاف لن تستطیع قتلہ انما صاحبہ عیسی ابن مریم اس سے ظاہر ہے کہ اس کا خوف عمرؓ کو اس کی حالت موجودہ کے لحاظ سے نہ تھا بلکہ اس فتنہ کے لحاظ سے تھا جس کو بار ہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکے تھے ورنہ کس کی خبر تھی

کہ دجال کس شخص کا نام ہے اُس کا نام تو ابن صیاد مشہور تھا پھر اُس سے
کوئی فتنہ بھی ایسا ظہور میں نہیں آیا جو دجال کے ساتھ خاص ہے بلکہ
خود مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں (ابن صیاد کوئی کام بھی
ایسا نہیں کیا جو دجال معہود کے نشانیوں میں سے سمجھا جاوے) اگر
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس کو دجال معہود سمجھتے تو صحابہ ضرور تخطیہ کرتے
کہ اُس کا خروج تو قیامت کے قریب ہوگا پہلے بیت المقدس فتح ہوگا
اُس کے ساتھ مدینۂ منورہ کی ویرانی اُس کے بعد جنگ عظیم ہوگا اور
امام مہدی نکلیں گے اور وہ شہر فتح ہوگا جسکا ایک جانب
سمندر میں ہے اور ایک جانب خشکی میں اور سب غنیمت
کی تقسیم میں مصروف ہوں گے کہ ایکبارگی ایک شخص دوڑتا
ہوا آکر پکار دے گا کہ دجال نکلا اور ان سب علامتوں کے
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری علامتیں بکثرت بیان
فرمائی ہیں جن میں چند یہ ہیں کہ لوگ اونچے اونچے مکان بنائیں گے
اور علم بالکل مفقود ہو جائے گا۔ زنا اور لواطت اور شراب خواری
علانیہ اور کثرت سے ہوگی زلزلے بہت ہوں گے ترک وکرمان وعجم
کے ساتھ جنگ ہوگا۔ تقریباً تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جو رسالت کا
دعوے کریں گے ان کے سوا اور بہت سی علامتیں ہیں جو خروج دجال سے پہلے

ظہور میں آئیں گے۔

الغرض اس کو دجال کہنے سے مراد عمر رضؓ کی اگر یہ ہوتی کہ ظہور ابن صیاد کا خروج دجال موعود ہے تو دوسرے صحابہ صاف کہہ دیتے حضرت ہی کی زبان مبارک سے ہم نے دجال کا نام سنا ہے اور اس کے خروج کا وقت حضرت ہی نے بیان فرما دیا ہے کہ ان تمام امور کے ظہور کے بعد ہوگا پھر سب سے پہلے وہ کیونکر نکل آیا۔ بلکہ حضرت خود فرما دیتے کہ میں اس کا وقت خروج ان علامات کے بعد بتلا رہا ہوں اور تم اس کو ابھی سے نکال رہے ہو۔

غرض اس سے ظاہر ہے کہ اس کو دجال کہنا مجازاً تھا حقیقتاً نہ تھا جابرؓ جو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے یہ بھی روایت کر رہے ہیں کہ دجال نکلنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے لوگ ان سے کہینگے کہ اے روح اللہ امامت کیجئے وہ کہینگے کہ تمہارا ہی امام نماز پڑھاوے چنانچہ نماز کے بعد آگے بڑھکر دجال کو قتل کریں گے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن صیاد کو آئندہ کے لحاظ سے دجال کہا گیا جس کے نکلنے کا وقت قریب قیامت ہے۔

جابرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ دجال کے پہلے تیس جھوٹے نکلیں گے سب کے آخر میں دجال نکلے گا اور اس کا فتنہ سب سے بڑا ہوگا اگر وہ

نمبر ۲۱۱۴ کنز العمال جلد ۷

نمبر ۲۱۰ و ۱۵۹۶۱ کنز العمال جلد ۷

ابن صیاد کو دجال موعود سمجھتے تو ان حدیثوں کو روایت نہ کرتے ورنہ محل اعتراض
تھا کہ اجتماع ضدین کیسا اس سے معلوم ہوا کہ ان کو ظن غالب تھا کہ
یہی ابن صیاد خروج کریگا جس کو عیسے علیہ السلام قتل کریں گے۔

اور نیز عبد اللہ بن عمر جو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ مجھے ابن صیاد کے دجال
ہونے میں شک نہیں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ دجال مدینۂ منورہ
کی زمین شور میں آوے گا اور آخر میں مارا جاوے گا اس سے ظاہر ہے کہ
اس کو اس حالت میں یہ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ موعود ہی ہے اور فتنہ
اس کا وقوع میں آچکا۔

اور نیز جابرؓ باوجودیکہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر قسم کھاتے ہیں
یہ روایت کرتے ہیں کہ دجال کی پیشانی پر ک ف ر لکھا ہوگا
حالانکہ خود انھوں نے دیکھا تھا کہ ابن صیاد کی پیشانی پر کچھ بھی نہ تھا
جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ابھی
ان علامات کے ظہور کا وقت دوسرا ہے ورنہ بجائے اس کے کہ اس کے
دجال ہونے پر وہ قسمیں کھائیں دجال نہ ہونے پر قسمیں کھاتے۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے پاس ابن صیاد کے دجال
ہونے کا یہ مطلب نہ تھا کہ اس کا خروج موعود ہو چکا بلکہ وہ سمجھتے تھے
کہ اس کا فتنہ اور سب علامات اسی وقت ظہور میں آئیں گے جب

جب دوبارہ وقت معین پر نکلیگا الغرض حضرت عمرؓ کا ابن صیاد کے
دجال ہونے پر قسم کھانا اس بات پر دلیل نہیں کہ دجال مرگیا اور نہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا سکوت اس امر پر دلیل ہو سکتا ہے کہ دجال کے
فتنہ موعودہ میں شک تھا۔ بلکہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس دجال
کو عیسےٰ علیہ السلام قتل کریں گے وہ یہی شخص ہے یا اور کوئی۔

مرزا صاحب جو تمام صحاح کو ساقط الاعتبار بنا رہے ہیں اُس کا
منشا صرف یہی ہے کہ دو چار صحابیوں نے جو کہا تھا کہ ابن صیاد
دجال ہے اُس کو حقیقت پر محمول کر رہے ہیں اگر اُس کو مجاز پر محمول
کرتے تو کوئی اشکال پیدا نہ ہوتا آخر عیسےٰ اور دجال کے معنی بھی
تو وہ مجازی ہی لے رہے ہیں کہ عیسےٰ ابن مریم خود ہیں اور شخص دجال
گروہ پادریاں۔

مرزا صاحب کا بڑا اعتراض یہ ہوگا کہ اگر وہ قیامت کے قریب
دجال ہونے والا تھا تو اُس وقت اُس کو دجال کیوں کہا۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ کل اہل عربیت جانتے ہیں کہ اُس کو مجاز باعتبار ما یؤول کہتے
ہیں جو مجاز مرسل کی ایک قسم ہے۔ قرآن شریف میں اس کے نظائر موجود ہیں
اعصر خمرا ظاہر ہے کہ خمر نہیں نچوڑا جاتا شیرے کو خمر باعتبار ما یؤول
کہا گیا وقال اللہ تعالےٰ ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما

سورۂ نسا ع ۱

انما یاکلون فی بطونهم نارا یعنی جو لوگ یتیموں کے مال کھاتے ہیں وہ لوگ آگ کھاتے ہیں۔ اموال کو حق تعالیٰ نے باعتبار مآل آگ فرمایا وقال تعالیٰ حتیٰ تنکح زوجا غیرہ ظاہر ہے کہ نکاح زوج کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ نکاح کے وقت وہ اجنبی ہوتا ہے جس پر زوج کا اطلاق ہوا قافلہ سفر سے واپس آنے والے گروہ کو کہتے ہیں کیونکہ قفول کے معنے سفر سے واپس آنے کے ہیں حالانکہ جانے والے گروہ کو بھی قافلہ کہتے ہیں۔ اور یہ تو ہمارے عرف میں بھی شائع ہے کہ حج کے جانے والے کو حاجی صاحب اور لڑکوں کو مولوی صاحب کہتے ہیں حالانکہ ہنوز وہ ان الفاظ کے معنے کے مستحق نہیں ہوتے۔

الحاصل ابن صیاد کو قبل دجال ہونے کے دجال کہنا بھی اسی قسم کا ہے اب دیکھئے کہ ان احادیث میں تعارض کہاں رہا دونوں کا مطلب یہی ہوا کہ دجال موعود آخری زمانہ میں نکلیگا۔ البتہ حضرت عمرؓ کے جزم کرنے سے اتنا معلوم ہوا کہ وہ پیدا ہو چکا ہے اور اپنے ظہور موعود کے وقت تک زندہ رہیگا اور یہ کوئی غیر ممکن بات نہیں ہزار سال کی عمر نوح علیہ السلام کی نص قطعی سے ثابت ہے پھر اگر اس سے زیادہ کسی کو خدائے تعالیٰ زندہ رکھے تو کیا تعجب ہے۔

یہاں حضرت عمرؓ کا قسم کھانا ابن صیاد کے دجال ہونے پر قابل غور ہے

پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ کو اُس کے دجال ہونے کا علم کس قسم کا تھا یہ تو ظاہر ہے کہ اُس کا دجال ہونا نہ اولیات[1] سے ہے نہ فطریات[2] سے نہ مشاہدات[3] و نہ وجدانیات[4] سے نہ تجربیات و وہمیات محسوسہ و حدسیات[5] سے (جیسے ہندسیات) اور نہ متواترات سے اس لئے کہ اس وقت تک کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ دجال ہے۔ رہا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا ہوگا سو یہ ممکن نہیں اس لئے کہ خود حضرت نے اُن کی تصدیق نہیں کی بہرحال یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اُس کے دجال ہونے کا علم عمرؓ کو یقینی نہ تھا کیونکہ یقینیات کے کسی قسم میں وہ داخل نہیں ہو سکتا جو مذکور ہوئے۔ البتہ قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اس کا ظن ہو گیا ہو تو ممکن ہے۔

مرزا صاحب کے اصول پر حضرت عمرؓ کا قسم کھانا کبھی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسے جلیل القدر صحابی ایسی بات پر قسم کھانا جس کا ثبوت نہ شرعاً ہو نہ عقلاً ہرگز قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ یہ روایت معتبر کتابوں میں ہے اس لئے ہمیں ضرور ہے کہ حتی الوسع اُس کے مناسب توجیہ کریں۔ بات یہ ہے کہ عرب کا دستور تھا اور اب تک ہے کہ محتملات و مظنونات پر بھی قسم کھا لیا کرتے ہیں اس قسم کی قسم کو یمین لغو کہتے ہیں جس کے خلاف واقع ہونے پر کوئی مواخذہ نہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

[1] اولیات وہ قضایا ہیں جن کے طرفین کو تصور کرتے ہی عقل ان کے صدق کا جزم کرے جیسے الواحد نصف الاثنین

[2] فطریات وہ قضایا ہیں جنکا جزم ایسے واسطہ کی طرف محتاج ہو جو ذہن سے غائب نہ ہو مثلاً الاربعۃ زوج اسمیں بواسطہ انقسام متساوین ہے جس کو ہر شخص جانتا ہے۔

[3] الشمس مشرقۃ ۱۲ [4] لنا جوع و عطش ۱۲ [5] نور القمر مستفاد من نور الشمس ۱۲

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم تفسیر درمنثور میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ تیر اندازی کر رہے تھے ایک شخص نے کہا اصبت واللہ یعنے بخدا نشانہ پر مار دیا اور وہ خلاف واقع تھا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص حانث ہو گیا حضرت نے فرمایا یہ یمین لغو ہے اس میں کفارہ نہیں اور ابن عباس اور ابوہریرہ اور ابراہیم(۱) رضی اللہ عنہم یمین لغو کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آدمی جس چیز پر قسم کھاتا ہو اس کے سچ ہونے کا گمان کرے اگرچہ درحقیقت وہ سچ نہ ہوا انتہے ملخصاً۔

الحاصل جب یہ بات یقیناً ثابت ہو گئی کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر حضرت عمرؓ کا قسم کھانا ممکن نہیں کہ یقین پر مبنی ہو جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ضرور ہوا کہ وہ یمین لغو شمار کی جائے کیونکہ اس کی تعریف بھی اس یمین پر صادق آرہی ہے اور صحابہ کے اقوال سے ثابت ہوا کہ ایسی قسم خلاف واقعہ پر بھی ہوا کرتی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اس کا دجال ہونا خود حضرت عمرؓ کی قسم ہی سے مشکوک ہو گیا۔

حدیث تمیم داری در باب دجال

اب ہم ایک دلیل مستند پیش کرتے ہیں جس سے اس کا دجال نہ ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ روایت ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اعلان دیا کہ سب حاضر ہوں اس کے

(۱) لعلہ ابراہیم بن ابی موسی الاشعری ۔ او ۔ ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف الزہری واللہ اعلم ۱۲ بشیر الدین عفی عنہ

بعد حضرت نہایت خوش تبسم فرماتے ہوے منبر پر تشریف رکھے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ ہم تمہیں کس لئے جمع کیا اس وقت کوئی امر غیب و ترہیب مقصود نہیں بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ تمیم داری جو ایک نصرانی شخص تھے اسلام لائے اور ایک واقعہ ایسا بیان کیا کہ میں نے جو تمہیں دجال کی خبر دی تھی اُس سے اُس کی تصدیق ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہماری کشتی شدت ہوا کی وجہ سے کنارے پر جا لگی جب ہم اُس جزیرے میں گئے تو ایک عجیب شخص سے ملاقات ہوئی ہم نے تو اُس کو شیطان ہی سمجھا تھا مگر اُس نے چند باتیں پوچھیں جس کا ہم نے جواب دیا منجملہ اُس کے ایک بات یہ تھی کہ نبی امی کی کیا حالت ہے ہم نے کہا وہ مکہ سے نکلکر یثرب میں ٹھیرے ہیں کہا عرب نے اُن سے جنگ کیا ہم نے کہاہاں کہا پھر کیا ہوا ہمنے کہا قریب قریب کے لوگوں نے انکی اطاعت کرلی ہے پوچھا ایسا ہوا ہے ہمنے کہاہاں اُن کی اطاعت اُن لوگوں کے حق میں بہتر ہے پھر کہا میں تم سے اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت مل جائے میں تمام زمین میں پھرونگا مگر مکہ اور طیبہ میں نہ جا سکونگا حضرت نے فرمایا یہی طیبہ ہے یعنے مدینہ۔ پھر حضرت نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ پیشتر ہی میں تم سے یہ کہہ چکا ہوں لوگوں نے عرض کیا درست ہے فرمایا تمیم داری کا یہ واقعہ مجھے بہت اچھا معلوم ہوا کہ جو میں

نے قسم سے کہا تھا اُسی کے موافق ہے پھر فرمایا یہ طیبہ ہے اور وہی دجال ہے انتہی ملخصاً۔

اب دیکھئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری رضی اللہ عنہ کی خبر کی تصدیق کی اور حضرت عمرؓ کے تخمین وگمان کی تصدیق نہیں کی تو اس سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ ابن صیاد دجال نہ تھا کیونکہ ایک روایت سے تو اُس کا مرنا ہی ثابت ہے اور جو روایت اُس کے خلاف ہے اُس سے اُس کے مفقود ہونے کا زمانہ خلفائے راشدین کے بعد کا ہے بہرحال کسی طرح ابن صیاد وہ دجال نہیں ہو سکتا جس کی خبر تمیم داریؓ نے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی تصدیق فرمائی۔

ازالۃ الاوہام کے صفحہ (۲۴۸) میں اس حدیث کا جواب مرزا صاحب اس طور سے دیتے ہیں کہ مسلم شریف میں تمیم داری کی حدیث کے آخر میں یہ ہے الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ماھو واومی بیدہ الی المشرق یعنے من قبل المشرق ماھو کہا دجال بحر شام میں ہے یا بحر یمن میں نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف سے نکلیگا بلکہ اس کا مثل نکلیگا اور مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

مرزا صاحب نے عبارت مذکورہ حدیث میں کسی غرض سے اختصار کیا ہے پوری عبارت یہ ہے لا بل من قبل المشرق ماھو من قبل المشرق

ماھو من قبل المشرق ماھو واومی بیدہ الی المشرق مرزا صاحب نے (من قبل المشرق ماھو) کا ترجمہ یہ لکھا ہے (وہ مشرق کے طرف سے نکلیگا نہیں وہ) اور وحی جاننے والے معتقد تو مرفوع القلم ہیں ان کے حق میں مرزا صاحب کا قول خود بجائے وحی ہے مگر عربی دان سمجھ سکتے ہیں کہ من قبل المشرق کے لفظ سے (وہ مشرق کی طرف سے نکلیگا) سمجھنا درست ہے یا نہیں کیونکہ اس جزو جملہ میں کوئی ضمیر نہیں جو دجال کی طرف راجع ہو اور نہ لفظ یخرج کہیں مذکور ہے شاید من کا متعلق یہ نکالا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ من زائدہ ہے جیسا کہ مغنی اللبیب میں اس کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے ان من اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون۔

(ماھو) کے معنی (نہیں وہ) انہوں نے لکھا ہے اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ وہ نہ نکلیگا بلکہ مثیل نکلیگا حالانکہ سیاق کلام سے یہ بالکل منتفی ہے اس لئے کہ مقصود بیان دجال کا مقام معین کرنا ہے کہ وہ بحر شام اور یمن میں نہیں بلکہ مشرق کی طرف ہے۔ اس کے بعد (نہیں وہ) کہنے کا کوئی موقع نہیں۔

مرزا صاحب کی تقریر کا ماحصل یہاں یہ ہوتا ہے کہ حضرت نے تمیم داری سے دجال کا سارا قصہ سنکر سب صحابہ کو جمع کیا اور خطبہ اسی مضمون کا پڑھا کہ

ہیں نے دجال کا حال جو تم سے کہا تھا تمیم داری کے چشم دید واقعہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے وہ دجال سے مل کر اور اس سے گفتگو کر کے آئے ہیں وہ مشرقی دریا میں ہے وہ نہیں اب غور کیجئے اس قدر اہتمام کے بعد یہ فرمانا کہ وہ نہیں کس قدر حیرت انگیز ہوگا پھر من قبل المشرق ماھو کو تین تین بار دھرا کر فرمانے کا کیا مطلب ہوگا مرزا صاحب اس ما کو نافیہ لیتے ہیں اس صورت میں اس جملہ کا یہ مطلب نکلا کہ وہ مشرق کیطرف نہیں وہ مشرق کیطرف نہیں یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ کس نے کہا تھا کہ وہ مشرق کی طرف ہے جس کا انکار حضرت مکرات و مرات فرما رہے ہیں اور اگر حسب تجویز مرزا صاحب اس عبارت کے دو جملے قرار دئے جائیں ایک من قبل المشرق یعنے دجال مشرق کی طرف سے نکلیگا اور دوسرا ما ہو یعنے وہ نہیں تو حضرت کا تین بار یہ فرمانا کہ دجال مشرق کی طرف سے نکلے گا۔ وہ نہیں دجال مشرق کی طرف سے نکلے گا وہ نہیں کس قدر بے موقع ہوگا۔

اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ ان متضاد مضمونوں کے دو جملوں کی تکرار فصاحت سے کیسی اجنبی ہوگی۔ پھر یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت کا مقصود یہ سمجھا جائے کہ دجال نہ نکلیگا بلکہ ہندوستان سے اس کا مثیل نکلیگا تو صحابہ ضرور یہ پوچھ لیتے کہ تمیم داری نے

جس دجال کو دیکھ آئے ہیں اور وہ مشرق کی طرف سے نکلیگا تو نکلیگا
تو اُس کا کیا حشر ہوگا کیا اپنی ہی جگہ بیٹھا بیٹھا مرجائے گا یا اور کسی زمانہ
میں نکلیگا اور کبھی نکلیگا تو اُسکے دجال ہونے سے ہمارا کیا نقصان یہ تو بڑی
بشارت کی بات ہے کہ جس دجال سے آپ ڈرتے تھے اُس سے تو
بیفکری ہوگئی غرض کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عبارت سے وہ
مضمون سمجھا جاتا ہے جو مرزا صاحب لکھے ہیں۔

یہ سب خرابیاں ما ہو کے ما کو نافیہ لینے سے پیدا ہوتی ہیں چونکہ
مرزا صاحب کو مثیل دجال ثابت کرنا ہے اس لئے اس تحریف کی ضرورت
ہوئی۔ امام نووی رح نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے قال
القاضی لفظة ما ہو زائدة صلة للکلام لیست بنافیة
والمراد اثبات انه فی جهات المشرق انتهی۔

دراصل یہ ما زائدہ غیر کافہ ہے جس کی مثالیں مغنی اللبیب میں
لکھی ہیں۔ شتان ما زید و عمرو اور قول مهلهل فتی لو بابانین جاء یخطبها
رمل ما انف خاطب بدم ۔ اس صورت میں بل من قبل المشرق
ما ہو کے معنے یہ ہوئے کہ وہ دریائے شام اور یمن میں نہیں بلکہ مشرق
کی طرف ہے اور اس جملہ کو مکرر کرنے سے یہ غرض تھی کہ اُس کو یاد رکھیں
اور یقینی سمجھ لیں کہ دجال ایک شخص معین مشرق کی جانب میں اس وقت

زندہ موجود ہے اب دیکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اس قدر اہتمام اور تاکید سے اس کے شخص معین اور زندہ ہونے کی خبر دیں اور مرزا صاحب اس کی کچھ پروا نہ کرکے یہ کہیں کہ دجال کوئی چیز نہیں صرف پادریوں کا نام ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اسی مقام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں یاد رہے کہ اس خبر تمیم داری رض تصدیق کے بارے میں ایسے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ہرگز نہیں نکلے جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمیم داری کے دجال کا یقین کیا تھا بلکہ تصدیق اس بات کی پائی جاتی ہے کہ دجال مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہوگا۔

آپ تمیم داری کی وہ حدیث کا ترجمہ ابھی پڑھ چکے ہیں جس میں یہ موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کرکے تمیم داری کا پورا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ دجال سے ملے اور اس سے سوال و جواب کئے اور دجال ان سے کہا کہ میں مسیح دجال ہوں اور قریب میں مجھے نکلنے کی اجازت ملنے والی ہے۔

پھر حضرت نے اس کی تصدیق کی کہ وہی دجال تھا چنانچہ لفظ وذالک الدجال صراحۃ موجود ہے باوجود اس کے مرزا صاحب کس دھٹائی سے کہتے ہیں کہ اس پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی حضرت کے

زبان سے نہیں نکلے۔ اس کا کیا علاج۔ اگر کسی کو ہمارے بیان میں شبہ ہو تو مسلم شریف میں دیکھ لے کہ وہ سب قصہ اور لفظ ذلک الدجال اُس میں موجود ہے یا نہیں۔

اور اسی حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ تمیم داری کا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا ھل کنت حدثتکم ذلک فقال الناس نعم فانہ اعجبنی حدیث تمیم انہ وافق الذی کنت احدثکم عنہ حاصل اس کا یہ ہے کہ سب صحابہ سے حضرت نے پوچھا کہ کیوں دجال کی خبر میں نے تمہیں پیشتر دی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں پھر فرمایا کہ تمیم دار کی چشم دید واقعہ مجھے اچھا معلوم ہوا جس سے میری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے جو تم سے اکثر کہا کرتا تھا اس حدیث سے علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ تمیم داریؓ کی تصدیق کی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت نے پیشتر بھی خبر دی تھی کہ دجال ایک شخص معین ہے اور کسی جزیرہ میں مقید ہے اور معین وقت پر نکلیگا جسکی تصدیق تمیم داری کے واقعہ سے ہوی اور چونکہ اس خبر کا ثبوت مشاہدے سے ہوگیا اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال درجہ کی فرحت ہوئی اور نہایت خوشی سے ہنستے ہوے برسر منبر بیان فرمایا

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور آخر میں لفظ اجنبی سے اُس کی تصریح بھی کی مگر افسوس ہے کہ جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی ہوئی تھی مرزا صاحب پر سخت صدمہ ہے۔ غرض مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت نے تمیم داری کی تصدیق نہیں کی کس قدر حیرت انگیز ہے اور یہ جرأت قابل غور ہے کہ مسلم شریف جیسی مشہور و معروف کتاب میں ایسے تصرفات کرتے ہیں اور جو جی چاہتا ہے خلاف واقع لکھ دیتے ہیں اور اس کی کچھ پروا نہیں کرتے کہ اہل علم اُس کو کیا سمجھیں گے تو اس پر قیاس کرنا چاہئیے کہ الہامات اور خواب جو لکھا کرتے ہیں اُن کا کیا حال ہوگا۔ اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اخبار و حکایات بیان کردہ کی تصدیق کرتے تھے اُس کے لئے یہ ضرور نہیں ہوتا تھا کہ وہ تصدیق وحی کے رو سے ہو بلکہ محض مخبر کے اعتبار کے خیال سے تصدیق کرلیا کرتے تھے انبیا لوازم بشریت سے بالکل الگ نہیں کئے جاتے محض عقلی طور پر اعتبار راوی کے لحاظ سے حضرت نے اس کی تصدیق کی کیونکہ تمیم داری اس قصہ کے بیان کرنے کے وقت مسلمان ہو چکا تھا اور بوجہ مشرف باسلام ہونے کے اس لائق تھا کہ اُس کے بیان کو عزت اور اعتبار کے نظر سے دیکھا جائے انتہیٰ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تصدیق فرمانا

اعتبار کے قابل نہیں بلکہ وہ عقلی طور پر ہونے کی وجہ سے اس میں غلطی ہو گئی اور ثبوت غلطی کا اس طور سے ہوا کہ مرزا صاحب کی جانچ میں سوائے پادریوں کے اور کوئی دجال نہیں اس دعوے اور دلیل کی تصدیق سوائے مرزا صاحب پر ایمان لانے والوں کے دوسرا کوئی مسلمان نہیں کرسکتا بلکہ اہل ایمان کے پاس ایسا خیال کفر سے کم نہیں۔

اب رہی یہ بات کہ یہ تصدیق وحی کے رو سے نہ تھی۔ معلوم نہیں مرزا صاحب نے اس کا ایک طریقہ قطعی فیصلہ کس طرح کر ڈالا۔ ہم اہل اسلام کو تو حق تعالے نے حکم قطعی کر دیا ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں اس کو مان لیں کسی کو چون وچرا کی مجال نہیں کہ حضرت نے یوں ہی عقل سے فرما دیا یا کوئی وحی بھی آئی تھی۔ اور وحی آئی تھی تو کوئی روبرو دو گواہ بھی اس وقت موجود تھے یا نہیں اور اگر موجود تھے تو انہوں نے جبرئیل کو وحی سناتے وقت دیکھا اور پہچانا بھی تھا یا قرائن سے کہد یا اور قرائن قطعی تھے یا ظنّی۔

حق تعالے فرماتا ہے وما اتاکم الرسول فخذوہ اور فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنے کوئی بات حضرت اپنے خواہش سے نہیں فرماتے جو کچھ فرماتے ہیں صرف وحی سے فرماتے ہیں۔ حق تعالے تو یہ فرماتا ہے مگر مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کیسے فرمانے پر اعتبار آتا ہے نہ خود حضرت کا اعتبار رہتا ہے کہ وہ کہتے ہیں
کہ یہ تصدیق جو حضرت نے کی تھی بصورت تسلیم وارخاء عنان کے اعتبار پر تھی تہذیبا
پیرایہ میں انھوں نے اس مقدمہ میں اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا کہ اپنی رائے
سے جھوٹی خبر کی تصدیق حضرت نے کر دی نعوذ باللہ من ذلک

وہ لکھتے ہیں کہ تمیم داری مشرف باسلام ہونے کی وجہ سے وہ اس لائق تھا کہ
اس کا بیان عزت اور اعتبار کی نظر سے دیکھا جائے اس کا مطلب
یہ ہوا کہ باوجودیکہ حضرت نے ان کو قابل اعتبار سمجھا مگر انھوں نے جھوٹ
کہنے میں کمی نہ کی اور جھوٹ بھی کیسا کہ افضل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے روبرو جس کو حضرت نے منبر پر چڑھکر ایک مجمع کثیر صحابہ کے روبرو
کمال بشاشت سے بیان فرمایا۔

اب اہل ایمان غور کریں کہ کیا کوئی مسلمان یہ خیال کر سکتا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھوٹی خبر بیان کرنے کے لئے صحابہ کو
فراہم کریں اور منبر پر چڑھکر وہ خبر بیان فرماویں پھر اتنے بڑے واقعہ
کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت کو اطلاع نہ ہو کہ وہ خبر دراصل
جھوٹی تھی اور اس کی غلطی نکالنے کا موقع ایک پنجابی کے ہاتھ آئے۔
اہل علم جانتے ہیں کہ ادنے ادنے امور کی اطلاع بذریعہ وحی یا الہام
حضرت کو ہو جایا کرتی تھی ایسا بڑا واقعہ جس سے مرزا صاحب اور ان کے

اتباع کی نظر میں حضرت نعوذ باللہ بے اعتبار ہوئے جاتے ہیں اس بات کی اطلاع حضرت کو کسی طرح نہ ہوی کیونکہ اگر اطلاع ہوتی تو حضرت ضرور فرماتے کہ تمیم داری نے جو خبر دی تھی جھوٹ ثابت ہوئی۔ اس مقام میں سوا اس کے اور کیا کہا جاے کہ زمانہ کا مقتضٰے ہے کہ ایسے خیالات کے لوگ بھی مقتدے بنائے جاتے ہیں۔ اللّٰہم نعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات و من شر فتنۃ المسیح الدجال۔

اب اہل انصاف ملاحظہ فرماویں کہ مرزا صاحب کا یہ قول کہ دجال معہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوگیا اور مر بھی گیا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے بلکہ خود مرزا صاحب ہی کا استدلال احادیث ابن صیاد سے اُن کے دعوے کو مضر اور ہمارے لئے مفید ہے اس وجہ سے کہ احادیث ابن صیاد سے اتنا تو ضرور معلوم ہوا کہ صحابہ دجال کو ایک معین شخص سمجھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق بھی کی تو معلوم ہوا کہ حضرت نے کسی قوم کا نام دجال نہیں رکھا جیسا کہ مرزا صاحب کا دعوے ہے کہ دجال گروہ پادریاں کا نام ہے بلکہ گویا حضرت نے یہ فرمایا کہ وہ ایک شخص ہوگا جیسا کہ تم سمجھتے ہو اس لئے کہ جب حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال قرار دیکر اُس کو قتل کرنا چاہا تو جس صورت میں دجال جھوٹوں کے گروہ کا نام ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں تو

ان کی غلط فہمی کی اصلاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرما دیتے اور یہ ارشاد ہوتا کہ دجال ایک شخص نہیں جس کو تم مارنا چاہتے ہو وہ تو ایک جماعت ہوگی جو آخر زمانے میں پیدا ہوگی۔ کسی ادنے شخص کے کلام کے معنی اوس کی مراد کے خلاف بیان کئے جائیں تو وہ اپنی مراد ظاہر کرکے اُس غلط فہمی کی اصلاح کر دیتا ہے شارع کو بطریق اولے ضرور ہے کہ اپنی مراد بیان کرکے غلط فہمی سے اپنی امت کو بچالیں۔ شاید مرزا صاحب تمیم داریؓ کی حدیث پر اعتراض کریں گے کہ بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ کوئی شخص خواہ آدمی ہو یا جانور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سو برس زندہ نہ رہا وہ حدیث یہ ہے عن عبد اللہ بن عمرؓ قال صلے لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشاء فی اخر حیاتہ فلما سلم قام فقال ارائتکم لیلتکم ھذہ فان راس مائۃ سنۃ منا لا یبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد رواہ البخاری پھر تمیم داری رضہ نے جس دجال کی خبر دی ہے وہ آخری زمانے میں کیونکر نکل سکتا ہے۔

اس کے جواب کے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے قریب جو یہ ارشاد فرمایا ہے اُس کا منشا کیا ہوگا یہ تو ظاہر ہے کہ اس میں نہ کوئی وصیت ہے جس پر عمل کرنا مطلوب ہو نہ

کوئی ایسی چیز ہے جو ذات الٰہی یا امور اخروی سے متعلق ہو کیونکہ الیوم اکملت لکم دینکم سے صاف ظاہر ہے کہ دینی اعتقادات سے متعلق کل امور کو حضرت نے بیان کرکے دین کا تکملہ فرما دیا سو برس کے اندر تمام آدمیوں اور جانوروں کا مر جانا کوئی ایسی بات نہیں جس کو حضرت دینی امر تصور فرمائے ہوں اور وہ علامات قیامت میں بھی نہیں ورنہ تصریح فرما دیتے جیسے دوسرے علامات میں موجود ہے پھر ایک غیبی بات کی خبر دینا وہ بھی عشا کے بعد جس وقت خاص خاص حضرات حاضر رہتے تھے اس میں کوئی خاص غرض ضرور تھی۔

قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب الیوم اکملت لکم دینکم اور سورۂ اذا جاء نصر اللہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اب اس عالم میں آپ کے تشریف فرما رہنے کی ضرورت نہ رہی اور ادھر سے جذبات اور ادھر سے عشق و اشتیاق بڑھنے لگے تو آپ نے سفر آخرت کا ارادہ مصمم فرما لیا مگر اس کے ساتھ یہ خیال بھی تھا کہ شیفتگان جمال نبوی کا اس مفارقت سے کیا حال ہوگا کیونکہ انکی دلبستگی و شیفتگی کو حضرت جانتے تھے کہ یہ صدمہ اُن کی حالت کو خطرناک بنا دے گا۔ انکی زبان حال بآواز بلند کہہ رہی تھی۔

از فراق تلخ میگوئی سخن ہرچہ خواہی کن ولیکن این مکن

صحابہ تو صحابہ ہی تھے استن حنانہ جو ایک چوب خشک تھا حضرت کی مفارقت
سے روتے روتے بیخود ہو گیا تھا جس کا حال بخاری شریف میں موجود ہے
حضرت کی سواری مبارک کا گدھا جس کا نام یعفور تھا اُس پر اس مفارقت
کا یہ صدمہ ہوا کہ بعد وفات شریف کے کمال بیتابی سے کوئیں میں
گر کر جان دیدیا اور ناقہ سواری خاص کو اس غم نے ایسا مدہوش بنا دیا
کہ کھانا پینا چھوڑ کر اسی صدمے سے مرگئی یہ روایتیں مواہب اللدنیہ
وغیرہ معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ اب اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ
جب اونٹ اور گدھے اور چوب خشک کا مفارقت جان عالم صلے اللہ
علیہ وسلم میں یہ حال ہو تو ان حضرات کا کیا حال ہوگا جو پروانہ وار
شمع جمال پر جان دینے کو ہر وقت مستعد تھے انہیں ایام میں آنحضرت ع
صلے اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا کہ ایک بندہ کو خدائے تعالےٰ نے اختیار
دیا کہ چاہے دنیا کی نعمت اور آسایش اختیار کرے یا اس چیز کو جو
اللہ کے پاس ہے یہ سنتے ہی بعض صحابہ روتے روتے بیخود ہو گئے اور
باواز بلند کہنے لگے کہ ہم اپنے ماں باپ کو آپ پر فدا کرتے ہیں۔ حالانکہ
صراحۃً اس میں کوئی بات نہیں مگر صرف خیال نے یہ اثر پیدا کر دیا۔
ہر چند صحابہ جانتے تھے کہ اس مفارقت کا زمانہ چالیس پچاس
برس سے زیادہ نہ ہوگا کیونکہ جب ارشاد سراپا بشارت سے معلوم ہو گیا تھا

کہ اکثر لوگوں کی عمر ستر سال سے کم ہی رہی گی مگر اس کے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ بعضوں کی عمر اس سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے پھر خدا جانے وہ کون ہوگا اور اس زیادتی کی نوبت کہاں تک پہنچیگی اگر بالفرض مثل امم سابقہ سینکڑوں کی نوبت پہونچ جاے جیسے قرآن شریف سے ہزار سال کی عمر بعض حضرات کی ثابت ہے تو اس مفارقت میں بڑی مصیبتیں جھیلنی پڑیں گی اور معلوم نہیں یہ فراق کیا رنگ لائے اس خیال کے دفع کرنے کے لئے حضرت نے اس خاص وقت میں فرمایا کہ آج کی رات یاد رکھو کہ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کی عمر ہوگی تو اس وقت سے سو برس سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔

الغرض اس سے صحابہ کی تسکین مقصود تھی اور یہ بیان کرنا تھا کہ اُن میں سے اس مدت میں کوئی باقی نہ رہے گا اور اس پر قرینہ بینہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنے انتقال کے قریب یہ خبر دی۔ اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ مشرق و مغرب اور یورپ و ایشیا کے سب لوگ مرجائیں گے اور قیامت قائم ہوجاے گی۔ اگر کہا جائے کہ صحابہ کی اس حدیث میں تخصیص نہیں بلکہ عام ارشاد ہے کہ جو کوئی اس رات میں روے زمین پر موجود ہے ان میں سے اس مدت میں کوئی باقی نہ رہے گا ایسے عام لفظ کو صحابہ کے ساتھ خاص کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

اصول فقہ میں یہ مصرح ہے کہ ما من عام الا وقد خص منه البعض یعنے کوئی عام ایسا نہیں جس کی تخصیص نہ ہوی ہو اور اُس کے کئی شواہد و نظائر قرآن شریف میں موجود ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے قولہ تعالے انما جزآء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔

یعنے جو لوگ اللّٰہ و رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں اون کی جزا یہی ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے نکال دئے جائیں۔ ظاہر ہے کہ زندوں کو کل روے زمین سے نکال دینا ممکن نہیں اس لئے الارض کی تخصیص ضروری ہے اور اُس سے وہی زمین مراد ہے جہاں وہ رہتے ہیں۔ اسی طرح علے ظہر الارض جو اس حدیث شریف میں ہے اوس سے بھی کل روے زمین مراد نہ ہوگی جہاں صحابہ رہتے تھے اور اگر تعمیم کی جاے اس طور پر کہ اُس رات کے موجودہ کل آدمی مر جائیں گے تو اول تو اُس سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ نہ وہ قیامت کی خبر ہے نہ صحابہ کا اُس سے کوئی نفع و ضرر اور قطع نظر اُس کے یہ تعمیم کسی طرح بن بھی نہیں سکتی اسلئے کہ

ظاہر الفاظ سے یہی مستفاد ہے کہ اوس رات سے سو برس تک جتنے لوگ روئے زمین پر ہوں گے سب مر جائیں گے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے اس رات والوں کی تخصیص سمجھی جائے اگر یہی مقصود تھا تو من علی ظہر الارض اللیلۃ ارشاد فرماتے اور اگر اللیلۃ کا لفظ ہم اپنے طرف سے بڑھائیں تو جب بھی تخصیص ہی ہوی بہر حال کسی نہ کسی طرح سے اس حدیث میں تخصیص کرنے کی ضرورت ہے ورنہ عام رکھا جائے تو اس حدیث کا مطلب یہ کہنا پڑے گا کہ سو برس کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی کیونکہ کوئی باقی نہ رہے گا حالانکہ یہ باطل ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہم لفظ احدٌ کو متکلم کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور معترض علی ظہر الارض کو اللیلۃ کے ساتھ۔

اب ہمارے اور معترض کی توجیہات کے نتائج کو دیکھئے ہماری توجیہ میں ایک مہتم بالشان فائدہ ہے اور معترض کی توجیہ میں کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔

ایک جماعت کثیرہ اولیاء اللہ کی مثل حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اپنے مشاہدہ کی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے خضر علیہ السلام کو بچشم خود دیکھا ہے اور اُن سے فیضیاب ہوئے معترض کی توجیہ پر سب کی تکذیب ہو جائے گی اور ہماری توجیہ پر اون کی تصدیق

ہوتی ہے۔

اور ہمارے توجیہ پر بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کے حدیثوں میں تعارض نہیں رہتا جس سے حدیث تمیم داری رض کی بھی بحال خود صحیح رہتی ہے۔ بخلاف معترض کی توجیہ کہ دونو حدیثوں میں سے ایک کو موضوع ٹھیرانے کی ضرورت ہوگی۔ اگر کہا جائے کہ بخاری بہ نسبت مسلم کے زیادہ معتبر ہے اس لئے تعارض کے وقت بخاری کی حدیث کو ترجیح ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقام میں ترجیح دینے کا یہ مطلب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کی تصدیق نہیں کی جس سے یہ لازم آئیگا کہ مسلم کی حدیث موضوع ہے اس قسم کی ترجیح اوس اجماع کو باطل کرتی ہے جو مسلم شریف کے صحیح ہونے پر ہوا ہے اور ہماری توجیہ پر دونو حدیثیں صحیح رہتی ہیں۔

غرض ہم نے جو بخاری شریف کی حدیث کی تخصیص کی ہے وہ بہ نسبت اوس تخصیص کے جو معترض نے کی ہے کئی طرح سے مفید ثابت ہے۔

الحاصل حدیث تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ابن صیاد کو دجال قرار دیکر دجال شخصی کی بلا اپنے سر سے ٹالنا چاہتے ہیں وہ ٹل نہیں سکتی یعنے جب تک ایک معین شخص دجال نہ بتائیں جسکے لئے

عیسے علیہ السلام تشریف لائیں گے ان کی عیسویت ثابت نہیں ہو سکتی مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس بحث کی دو ٹانگیں تھیں ایک مسیح ابن مریم کا آخری زمانے میں اترنا دوسری ٹانگ دجال معہود کا آخری زمانے میں ظاہر ہونا سو یہ دو ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔

ناظرین تقریر بالا سے سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا صاحب کی عیسویت کی تین ٹانگیں تھیں ایک ابن صیاد کا دجال موعود ہونا جو گذر چکا۔ دوسری ٹانگ پادریوں کا دجال ہونا۔ تیسری مسلمانوں میں صفات یہودیت آنے کی وجہ سے عیسےٰ کی ضرورت ہونا۔ سو یہ تینوں ٹانگیں بفضلہ تعالےٰ ٹوٹ گئیں۔ جب یہ بات کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتی کہ مسلمانوں میں یہود کے صفات آنے کی وجہ سے عیسیٰ کی ضرورت ہوگی بلکہ صدہا حدیثوں سے اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دجال کے نکلنے کے بعد اس کے قتل کے لئے اتریں گے۔ اور پادریوں کو جو مرزا صاحب نے دجال قرار دیا اس کا خلاف واقع ہونا اور ابن صیاد کا دجال موعود نہ ہونا ثابت ہو گیا تو اب وہ عیسےٰ موعود تو نہیں ہو سکتے ہاں جیسے عیسےٰ خاں نام ہوتے ہیں تبرکاً اگر یہ نام اختیار کیا ہے تو ہمیں اس میں کلام نہیں مگر اس کے لئے یہ دعوےٰ ضرورت سے زیادہ ہے کہ دم عیسوی سے وہ دجال یعنے پادریوں کو قتل کر رہے ہیں۔ اگر یہ دعوےٰ

بھی صحیح ہوتا تو جب بھی مضائقہ نہ تھا مسلمان لوگ اس خوشی میں کہ ہمارا
دشمن تو ہلاک ہوگیا اغماض کرجاتے یہاں تو پادریوں اوران کی وجاہت
کی ترقی روز افزوں ہو رہی ہے جس کے خود مولوی صاحب شاکی ہیں
چنانچہ لکھتے ہیں کہ ہر سال لاکھوں کرستان بنائے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب جو دعوے عیسویت کرتے ہیں اس کی بنا احادیث
پر ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب قرآن سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ثابت
نہیں پھر جن احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر ہے ان میں
یہ بھی مصرح ہے کہ وہ اترتے ہی دجال کو مار ڈالیں گے اور ہمیں
معلوم ہے کہ مرزا صاحب بیس سال سے پہلے کا دیان میں اتر کے دعوے
عیسویت کر رہے ہیں اور اب تک اُن کا دجال مرا نہیں تو ان کا دعوے
انہیں کی دلیل سے باطل ہوگیا کیونکہ عیسیٰ کو دجال کا مار ڈالنا لازم ہے
اور یہ لزوم اُنہیں احادیث سے ثابت ہے۔ جن پر مرزا صاحب
کا استدلال ہے اس صورت میں بحسب قاعدۂ عقلیہ مسلمہ انتفاء
لازم سے انتفاء ملزوم ضروری ہے یعنے پادریوں کے معدوم نہونے
سے مرزا صاحب کا عیسے نہ ہونا اُنہیں دلائل سے ثابت ہوا جن پر
مرزا صاحب استدلال کرتے ہیں۔

یہاں شاید یہ کہا جائیگا کہ مرزا صاحب تو دجال یعنے پادریوں کو

مار ہی ڈال رہے ہیں۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ وہ مرتا نہیں۔ واقعی
اس مجبوری کا علاج نہیں بجز اس کے کہ اس دشمن قوی کے ہلاک
ہونے کی دعا کی جائے چنانچہ ہم بھی دعا گو ہیں اور بصدق دل
چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو اس دجال پر فتح نصیب ہو اگرچہ قرائن
بینہ اور وجدان گواہی دیتے ہیں کہ اس دعا کا اثر مرزا صاحب
کی زندگی میں ظاہر ہونا ممکن نہیں۔ خیر یہ دعا تو ہوتی رہے گی ہم
بھی کرتے ہیں مرزا صاحب بھی کرتے ہوں گے مگر کلام عیسویت
میں ہے کہ پھونکتے پھونکتے عیسٰے کا ناک میں دم آئے اور دم
عیسوی ہو۔ اور برباد ہو جائے اور دشمن کو اس سے کچھ جنبش نہ ہو بلکہ
اور اشتعال زیادہ ہو ایسے عیسٰے سے تو بیمار ہی بھلا جس کی حالت کو دیکھکر
دلوں پر اثر پڑتا ہے اور ہر شخص کو اس کا اضطراب چارہ جوئی پر
مجبور کرتا ہے۔ کاش مرزا صاحب وہ درد جو ازالۃ الاوہام کے آخر
میں ظاہر کرتے ہیں کہ

ابن مریم ہوا کرے کوئی   میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

قوم کے روبرو پیش کر کے اپنی سچی حالت کا ثبوت دیتے تو طبیبان قوم
ایسے قسی القلب نہ تھے کہ اس طرف کچھ توجہ نہ کریں مگر افسوس ہے کہ
طبیعت مرزائی نے ذلت کو گوارا نہ کر کے ایسے راحت بازی کے طریقے

روکا جو مستحکم اور قوی الاثر تھا۔

ازالہ اوہام میں مرزا صاحب مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں دجال کی سرعت سیر اور پانی برسانا اور کھیتی اُگانا اور احیاء موتے وغیرہ امور کا ذکر ہے نقل کر کے بیان کرتے ہیں کہ (اگر ظاہری معنوں پر اس کو حمل کریں تو اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائے گی وہ کن سے سب کچھ کرے گا سو سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب کتنا بڑا شرک ہے کچھ انتہا بھی ہے اُنہوں نے (یعنے علماء نے) ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے) انتہی ملخصاً۔

معلوم نہیں مرزا صاحب اس اعتقاد کو کس لحاظ سے شرک ٹھیراتے ہیں اکابر علماء نے جنھوں نے اس حدیث کو صحیح مان لیا ہے جسکی بنا پر تمام اہل اسلام کا اعتقاد اس پر جما ہوا ہے اُن تک تو شرک کی ہوا بھی نہیں آسکتی کیونکہ اُنہوں نے قرآن شریف اول سے آخر تک پڑھا ہے اور ہر آیت ان کے پیش نظر تھی وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالے کو ہر چیز پر قدرت ہے کما قال تعالے وھو علیٰ کل شئی قدیر وہی پیدا کرتا ہے وہی مارتا ہے اُس کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں قال تعالے وھو الذی یحیی و یمیت وہی رزق دینے والا ہے وھو الرزاق وقولہ تعالے نحن نرزقکم و ایاھم پانی برسانا اُسی کا

کام ہے وھو الذی ینزل من السمآء مآء کھیتی کا اگانا اور سبزہ کا
کام ہے وھو الذی انزل من السمآء مآء فاحیا بہ الارض
گمراہ کرنے کے واسطے وہی شیاطین کو بھیجتا ہے انا ارسلنا الشیاطین
علی الکافرین توزھم ازا گمراہ کرنے والوں کو ہر جگہ وہی مقرر
فرماتا ہے وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا
بعضوں کو خاص فتنوں کے لئے قرار دیتا ہے وجعلنا بعضکم
لبعض فتنۃ جیسا کہ وہ آدمیوں کو پیدا کرتا ہے ان کے کاموں کو
بھی پیدا کرتا ہے واللہ خلقکم وما تعملون ہدایت اور گمراہی
کے اسباب کو وہی پیدا کرتا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا
کاموں کی نسبت جو بندوں کی طرف ہے مجازی ہے حقیقت میں وہ
اللہ تعالےٰ ہی کے افعال ہیں فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم
ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ اگرچہ ہدایت انبیاء کی طرف
منسوب ہے کما قال تعالےٰ وممن خلقنا امۃ یھدون الحق
لیکن درحقیقت وہ اللہ ہی کا کام ہے انک لاتھدی من احببت
ولکن اللہ یھدی من یشاء اور برے کاموں کی رغبت اگرچہ شیطان
دلاتا ہے کما قال تعالےٰ وزین لھم الشیطان اعمالھم مگر
درحقیقت وہ بھی اللہ ہی کا کام ہے وزین لھم اعمالھم فھم

یعنی یون جب تک خدائے تعالے کی مشیت کسی کام سے متعلق نہیں ہوتی کسی کا خیال اوس طرف متوجہ نہیں ہوسکتا وما تشآؤن الا ان یشآء اللہ رب العالمین فتح وشکست اسی کے ہاتھ ہے جسکو چاہتا ہے زمین کا مالک بنا دیتا ہے ان الارض للہ یورثہا من یشآء من عبادہ وقولہ تعالے ومکنٰھم فی الارض ما لم نمکن لکم ہدایت والوں کو اور گمراہی والوں کو دونوں کو وہی مدد دیتا ہے کلا نمد ھؤلآء وھؤلآء من عطآء ربک اوس کی مصلحت میں کسی کو دخل نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اوس سے پوچھ نہیں سکتا لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون انبیا کو ہدایت کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور شیطان اور آدمیوں کو اون کا دشمن بنا دیتا ہے جن سے اُن کو سخت مصیبتیں پہونچتی ہیں وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ولو شآء ربک ما فعلوہ مگر اُن کے دلوں کو ثابت رکھتا ہے ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا جن کی گمراہی مقصود ہے اون کو انبیا وغیرھم کتنا ہی سمجھائیں اور کیسے ہی دلائل بتلائیں نہ وہ سمجھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں وجعلنا

علیٰ قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقرا ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ۔ ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا

وہ مالک ومختار ہے اپنے مخلوق میں جو چاہے کرے کسی کو مجال نہیں کہ اُس سے پوچھ سکے لا یُسئل عما یفعل وھُم یُسئلون۔

غرض نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ دنیا میں جتنے کام ہوتے ہیں خواہ خیر ہوں یا شر معمولی ہوں یا غیر معمولی یعنے خوارق عادات سب کو حق تعالے پیدا کرتا ہے شیطان ہو یا دجال اپنی خود مختاری سے کچھ نہیں کرسکتا جب تک خدائے تعالے نہ چاہے ازل ہی میں سب کام معین اور تقسیم ہو چکے ہیں کہ فلاں کام فلاں شخص فلاں وقت مین کرے گا۔ وعندہٗ ام الکتاب وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جف القلم بما ھو کائن۔ ازل میں حق تعالے ہی نے مقرر فرما چکا ہے کہ دجّال اس قسم کے فتنے برپا کرے جس کی خبر جمیع انبیا نے پہلے سے دی ہے۔

چونکہ مشیت الٰہی مقتضی ہے کہ اوس کی وجہ سے سوائے چند اہل ایمان

کے کل گمراہ ہو جائیں اور قیامت ایسے لوگوں پر قائم ہو کہ اللہ کا نام
لینے والا کوئی باقی نہ رہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اسلئے
اوّلاً دجال کو ان تمام فتنہ پردازیوں اور دعوے الوہیت کا
الہام ہوگا آپ حضرات شاید لفظ الہام پر برافروختہ ہوئے ہونگے
کہ دعوے الوہیت کو الہام سے کیا نسبت تو اس کا جواب اجمالاً
سن لیجئے کہ جھوٹے خواہ دعوے نبوت کا کریں یا الوہیت کا جب تک
الہام نہیں ہوتا نہیں کر سکتے ہر اچھے اور بُرے کام کے لئے الہام ہوا
کرتا ہے ونفس وما سواها فالهمها فجورها وتقوٰها۔
غرض جب وہ بحسب الہام ضلالت دعوے الوہیت کرے گا
تو حق تعالےٰ کے طرف سے اوس کو مدد ملے گی جیسا کہ ابھی معلوم ہوا
اور چند لوازم الوہیت مثلاً پانی کا برسانا زمین شور سے زراعت کا
اوگانا مُردوں کا زندہ کرنا اوس سے ظہور میں آئیں گے اور جس طرح
عادت اللہ جاری ہے کہ کلمہ کُن سے ہر چیز کو پیدا فرماتا ہے اسی طرح
یہ سب چیزیں خاص اللہ تعالےٰ ہی کے امر کن سے وجود میں آئینگی
دجال کے فعل کو اس میں کچھ دخل نہیں مگر چونکہ دجال کے دعوے کے
بعد ان امور کا ظہور ہوگا اس لئے ظاہر بین بے ایمان یہی سمجھیں گے
کہ وہ سب اوسکے حکم سے ہوئے جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ دجال

سو ایک قسم کی قوتِ خدائی دی جائے گی اور کن سے وہ سب کچھ کریگا
اور جس طرح بنی اسرائیل نے گوسالہ میں غیر معمولی بات دیکھکر اسکو
معبود بنالیا تھا اسیطرح ان خوارق عادات کی وجہ سے دجال کو معبود خالق
رزاق محی ممیت سمجھ لینگے کیونکہ قرآن پر تو انکا اعتقاد ہی نہ ہوگا اور جنکا اعتقاد
قرآن پر ہوگا وہ صاف کہدینگے کہ تو دجال اور جھوٹا ہے جیسا کہ احادیث میں
وارد ہے مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ دجال کو چنان وچنین سمجھنا شرک
ہے فی الواقع صحیح ہے جو لوگ اس کو رزاق محیی وغیرہ سمجھیں گے
وہ بے شک مشرک ہونگے مگر احادیث صحیحہ پر وہ جو الزام لگاتے ہیں
کہ ان میں شرک بھرا ہوا ہے اُس الزام سے وہ احادیث مبرا ہیں کیونکہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوّلاً توحید افعالی کو اہل ایمان کے
دلوں میں راسخ فرمادیا اور جن آیات میں اسکا ذکر ہے باعلان شائع
کرکے سب کو ان کا حامل بنا دیا جس سے ہر اہل ایمان سمجھ سکتا ہے کہ
دجال نہ رازق ہوسکتا ہے نہ محی نہ ممیت۔ اب اگر کوئی شخص قرآن
نہ پڑھا ہو یا اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور تعلیم نبوی سے ناواقف ہو تو
وہ بیشک اس حدیث شریف کو اعتراض کی نظر سے دیکھیگا مگر
ایسا بے علم یا منکر شخص قابل التفات نہیں کلام اُن علما کے اعتقاد
میں ہے جن کے پیش نظر یہ سب آیات اور تعلیم نبوی تھے کیا یہ حضرات

اور پورے قرآن پر کامل ایمان رکھنے والے بھی اس شرک کے قائل ہونگے جس میں مرزا صاحب گرفتار ہیں ہرگز نہیں۔

مرزا صاحب کو مجددیت بلکہ مہدویت بلکہ عیسویت کا دعوی ہے اور یہ کل امور ایسے ہیں جن کا مدار ایمان پر ہے اُن کی اس تقریر سے تو یہ مقولہ پیش نظر ہو جاتا ہے کہ پیر ما ہمہ دارد ایمان ندارد کیونکہ اگر ان کو ان آیات پر ایمان ہوتا تو وہ دجال کی الوہیت لازم آنے کے قائل نہ ہوتے اور جب وہ اوس کے قائل ہیں تو لازم آتا ہے کہ سامری کی قدرت خدائی پر اون کو ایمان ہوگا اور مان لیا ہوگا کہ مثل حق تعالے کے کن کہکر گوسالہ کو اسی نے بنی اسرائیل کا معبود بنا دیا جس کی نسبت حق تعالے فرماتا ہے فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار فقالوا هذا الهكم واله موسى فنسي کیونکہ سونے اور چاندی سے ایسا بچھڑا بنانا جو زندہ اور آواز کرتا ہو کوئی معمولی بات نہیں ورنہ ایک خلق کثیر اوس کی الوہیت کی کیونکر قائل ہوتی اگر وہ معمولی بات ہوتی تو حق تعالے اون کی حماقت کے بیان میں فرماتا کہ وہ گوسالہ کوئی غیر معمولی نہ تھا جسکی الوہیت کے وہ قائل ہوگئے تھے بلکہ ارشاد ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ نہ وہ اون کی بات کا جواب دیتا تھا اور نہ وہ اون کے نفع و

ضرر کا مالک تھا کما قال تعالےٰ افلا یرون الا یرجع الیھم قولا ولا یملک لھم ضرا ولا نفعا اب اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ جن حدیثوں میں دجال کے خوارق عادات مذکور ہیں اُن احادیث پر ایمان لانے کی وجہ سے صحابہ اور محدثین اور کل امت مرحومہ پر الزام شرک عائد ہو سکتا ہے یا اس اعتقاد کی وجہ سے مرزا صاحب پر ۔

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ رند از رہ نیاز بدار السلام رفت

حق تعالےٰ اہل ایمان کو سمجھ عطا فرمائے کہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں

مرزا صاحب ایک استدلال یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ عیسےٰ ابن مریم اور دجال خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے انتہی ملخصاً۔

اور لکھتے ہیں جو کچھ دمشقی حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اوس کی بطور اختصار اس حدیث میں درج ہیں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح طور پر اس حدیث میں بیان فرما دیا کہ یہ میرا مکاشفہ ہے یا ایک خواب ہے اس جگہ سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ دمشق والی حدیث جو پہلے ہم لکھ آئے ہیں وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب ہے جیسا کہ اس میں یہ اشارہ بھی کا نی کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔

دمشق والی حدیث جس کا حوالہ مرزا صاحب دیتے ہیں اُوس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرکے فرمایا کہ اگر وہ میرے زمانہ میں نکلیگا تو میں خود اُس کا مقابلہ کرونگا اور اگر میں نہ رہوں تو ہر شخص اپنے طور پر حجت قائم کرے (اوس کی علامتیں یہ ہیں) وہ جوان ہوگا اوس کے بال مُڑے ہوے ہونگے اور ایک آنکھ اوس کی پھولی ہوی ہوگی وہ عبدالعزٰے بن قطن کے مشابہ ہوگا انتہی ملخصاً۔

مرزا صاحب اس حدیث کے ساتھ طواف والی حدیث کو جوڑ لگاتے ہیں اس غرض سے کہ جیسے طواف کی تعبیر ضروری ہے ویسے ہی دجال کی تاویل ضروری ہے اسی وجہ سے دجال سے گروہ پادریاں مراد ہے اور اوس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ مکاشفات بھی مثل خواب قابل تعبیر ہیں اور کانّ سے اسی طرف اشارہ ہے۔ مرزا صاحب یہاں ایک نیا قاعدہ ایجاد کر رہے ہیں کہ کانّ سے خواب کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے حالانکہ یہ نص قطعی کے خلاف ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ فلما جاءت قال اھکذا عرشک قالت کانہ ھو ظاہر ہے کہ بلقیس کا یہ قول خواب میں نہ تھا۔

اصل یہ ہے کہ کانّ تشبیہ کے لئے ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا مقصود یہ تھا کہ دجال کو ایسے طور پر معین و مشخص فرما دیں کہ
امت کو اوس کے پہچاننے میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے تاکہ اُس کے
فتنہ سے محفوظ رہیں اس لئے اوّلاً اوس کے تمام حالات و خوارق عادات
بیان کر دئے۔ پھر اوس کا حلیہ بیان فرما دیا اس پر بھی اکتفا نکر کے
ایک ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دیکر اوس کو مشخص فرما دیا جسکو لوگ
پہچانتے تھے تاکہ لوگ معلوم رکھیں کہ وہ کیسے ہی دعوے کرے مگر دراصل
وہ ایک آدمی ہوگا مشابہ عبد العزیٰ کے چنانچہ ایک موقع میں صراحۃً
فرمادیا کہ میں اوس کی وہ علامتیں تمہیں بتلاتا ہوں کہ کسی نبی نے اپنی
امت کو نہیں بتلائیں۔

اہل انصاف خود غور فرمالیں کہ اس تشبیہ سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دجال کے تعیین و تشخیص مقصود تھی یا الہام جب لفظ
کا ”ن“ سے یہ ثابت کیا جائے کہ وہ قابل تعبیر ہے تو ہر شخص اپنی سمجھ کے
موافق تعبیر اور تاویل کرے گا کیونکہ حضرت نے تو اوس کی تعبیر کچھ بیان
ہی نہیں فرمائی اس صورت میں حضرت کا وہ تمام اہتمام جو اوس کی تعیین
کے باب میں فرمایا سب بیکار رہو جائے گا عقلاً و عادۃً یہ بات ثابت ہے
کہ جب کسی غائب کو معین کر کے بتلا دینا مقصود ہوتا ہے تو پہلے اوسکے
احوال مختصہ بیان کئے جاتے ہیں پھر اوس کا حلیہ بیان کیا جاتا ہے اور

چونکہ حلیہ میں بھی مفاہیم کلیہ ہوتے ہیں جس سے تعین شخصی نہیں ہوتی اس لئے اُس کے مشابہ کوئی ہو تو اوسکو دکھلا کر کہا جاتا ہے کہ وہ غائب اس کے مشابہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دجال کی تعیین و تشخیص کے بارہ میں یہ تینوں مدارج طے فرما دیے کنز العمال دیکھ لیجیے کہ ان تینوں قسم سے متعلق احادیث بکثرت موجود ہیں مگر مرزا صاحب کو ضد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتنا ہی اوس کو مشخص فرما دیں وہ مشخص ہونے نہیں دیتے بلکہ اس کوشش میں ہیں کہ جہاں تک ہو سکے ابہام بڑھایا جائے۔

گورنمنٹ کے مخالفت کے خیال کو جو عیسٰے بننے میں پیدا ہوتا تھا کس اہتمام سے مرزا صاحب نے دفع کیا چنانچہ کشف الغطا میں وہ لکھتے ہیں کہ میں نے عربی فارسی اردو کتابیں لکھکر عرب۔ شام۔ کابل۔ بخارا وغیرہ کے مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجہوں سے اون کو اس طرف جھکا دیا کہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کریں۔ دیکھیے ان تمامی اسلامی بلاد کے مسلمانوں کو مرزا صاحب نے جو بار بار تاکید کی کہ ان اسلامی شہروں کو سلطنت اسلامی سے خارج کر کے نصارے کے قبضہ میں دیدیں اور وہ اس طرف مائل بھی ہو گئے اس میں کس قدر مرزا صاحب کا روپیہ صرف ہوا ہوگا مگر اوس کی کچھ پروا نہ کی اور یہ سب کچھ رفع الزام مخالفت گورنمنٹ میں گوارا کیا

عقائد مرزا صاحب صفحہ ۱۲

مگر افسوس ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضد اور مخالفت
علانیہ کررہے ہیں اور اوس کی کچھ پرواہ نہیں اور اوس سے زیادہ
قابل افسوس یہ ہے کہ اس قسم کے مخالفتوں پر دین کا مدار سمجھا جاتا ہے
مرزا صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکاشفہ کو اپنے مکاشفہ
پر قیاس کرکے اوس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اس مکاشفہ سے کشف
وظہور نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں ایک ایسا ابہام رہتا ہے کہ اوسکے
تعبیر کی حاجت ہوتی ہے یعنے مکاشفہ میں جو چیز دیکھی جاتی ہے در
حقیقت وہ چیز نہیں ہوتی جیسے خواب میں اگر دودہ دیکھا جائے تو
اوس سے مراد مثلاً علم ہے دودہ نہیں اسی وجہ سے خواب دیکھنے والا
پریشان ہوکر تعبیر پوچھتے پھرتا ہے پھر اگر کوئی شخص اوسکی تعبیر بیان
بھی کردے تو وہ بھی قابل یقین نہیں ہوسکتی کیونکہ جب تعبیر باعتبار
صفات ولوازم ومناسبات لی جاتی ہے اور ہر چیز کے لوازم ومناسبات
بکثرت ہوسکتے ہیں تو کیونکر یقین ہو کہ جن مناسبتوں کا لحاظ تعبیر میں
رکھا گیا وہی واقع میں بھی ہیں۔

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے مکاشفہ اور خواب کا ایک ہی حال فرض
کریں جب بھی ہم کہیں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب
اوروں کے الہام سے افضل تھا اس لئے کہ اوس کا مقصود حضرت پر

ظاہر ہو جاتا تھا جسکو تعبیر کے پیرایہ میں بیان فرمادیتے تھے چنانچہ احادیث
سے ظاہر ہے کہ خود حضرت کوئی خواب دیکھتے یا صحابہ اپنے خواب عرض
کرتے حضرت اوس کی تعبیر دیکر اُس کے ابہام کو اٹھا دیتے تھے اگر
اس مکاشفہ میں عبدالعزی صورت مثالی دجال کی تھی جس کی تعبیر
کی حاجت ہے تو مثل اور خوابوں کے اوس کی بھی تعبیر خود بیان
فرمادیتے ورنہ صورت مثالی کو بیان کرکے مصداق اور تعبیر بیان نکرنا
شان نبوت سے بعید ہے کیونکہ ایسی مبہم چیز کے بیان سے سوا ئے
سامعین کی پریشانی خاطر کے کوئی نتیجہ نہیں اور پیشین گوئی کے مکاشفہ
کو صحابہ قابل تعبیر سمجھتے تو جیسے اور خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے اسکی
بھی تعبیر پوچھ لیتے کہ عبدالعزی کے مشابہ نے کا کیا مطلب ہے
پھر دجال کا واقعہ کوئی معمولی نہ تھا کہ چنداں قابل التفات نہ ہو اوس کی
خوفناک حالتیں حضرت ہمیشہ بیان فرماتے امم سابقہ کا اس سے ڈرنا
اور انبیا کا ڈرانا صحابہ کو معلوم تھا ہمیشہ نماز میں دعا کرتے (و اعوذ بک
من فتنۃ المسیح الدجال) ایسی حالت میں اگر مکاشفہ دجال کو قابل تعبیر
سمجھتے تو صحابہ کی شان نہ تھی کہ ایسے اہم معاملہ کو مبہم چھوڑ دیتے اور
اگر بالفرض کسی وجہ سے چھوڑ بھی دیا تھا تو کسی کو تو افسوس ہوتا کہ کاش
حضرت سے اوس کی تعبیر پوچھ لی ہوتی حالانکہ کوئی روایت اس

قسم کے افسوس کی نہ مرزا صاحب نے بتلائی نہ بتلا سکتے ہیں ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میرے پیچھے گویا کالی بکریوں کا ایک مندہ چلا آرہا ہے پھر سفید بکریوں کا اتنا بڑا مندہ آگیا کہ اس میں کالی بکریاں چھپ گئیں۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کی شاید کالی بکریوں سے عرب اور سفید بکریوں سے عجم مراد ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ صبح کے قریب ایک فرشتے نے بھی یہی تعبیر دی۔ دیکھئے حضرتؐ کے تعبیر بیان فرمانے سے پہلے صدیق اکبرؓ نے تعبیر دیدی اس سے ظاہر ہے کہ مبہم اور بعید طلب امور کی تعبیر معلوم کرنے میں صحابہؓ بے چین ہو جاتے تھے۔

جب ادنٰے ادنٰے شبہات کو صحابہ پوچھکر اعتقاد کو مستحکم کر لیا کرتے تھے تو ایسے پرخطر اور خوفناک واقعہ کو صحابہ ضرور پوچھتے کہ حضرت انبیائے سابقین نے دجال کو ہوّا بنا رکھا تھا (جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں) یا واقع میں وہ کوئی چیز بھی ہے اور اگر ہے تو وہ کسی قوم کا نام ہے یا کوئی معین شخص ہو گا جس کا یہ حلیہ بیان ہو رہا ہے اور تشبیہ دی جا رہی ہے۔

آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ بعد اس کے کہ دجال کا حلیہ بیان فرمایا گیا اور ایک شخص کے ساتھ اس کو تشبیہ دیکر معین فرمادیا

حاشیہ: صحیح بخاری و مسلم ۱۲

اس پر بھی اگر کوئی پوچھتا کہ حضرت اوس کو آپ نے ہوا بنا رکھا ہے
یا وہ کوئی توحم ہے تو یہ سوال کیسا سمجھا جاتا اور اوس کا جواب کیا ہوتا
کاش مرزا صاحب کا ہم خیال اوس وقت کوئی ہوتا! ور خود آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا تو اس سوال وجواب کا لطف
شناسوں کو قیامت تک آتا رہتا۔

کشف کے معنے مرزا صاحب یہ لیتے ہیں کہ اوس میں صورت
مثالی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر یہی معنے کشف کے ہیں تو چاہیئے کہ اگر
کسی چیز کا خیال کر لیا جائے تو اوس کو بھی کشف کہیں اس لئے کہ
اوس میں بھی آخر صورت خیالی کا کشف ہوتا ہے اور دونوں میں اصل
واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اگر بعد تعبیر کے انطباق صورت
مثالیہ کا صورت خارجیہ پر ممکن ہے تو بعد تحقیق کے صورت خیالیہ کا
انطباق بھی صورت خارجیہ پر ممکن ہے پھر ایسا کشف جس کو خیال
پہ بھی فضیلت نہ ہو سکے اوس کو کشف کہنا ہی اندھیر ہے۔

تمام اہل کشف کا اتفاق ہے کہ جس سے اولیاء اللہ کے تذکرے
بھرے ہوے ہیں کہ جس چیز کا کشف ہوتا ہے اوس کو وہ کراے العین
دیکھ لیتے ہیں اور جو کچھ وہ خبر دیتے ہیں برابر اوس کا ظہور ہوتا ہے
مگر مرزا صاحب اوس کو کیوں ماننے لگے تھے اگر اون کے روبرو حضرت

بایزید بسطامی یا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہما کے اقوال بھی پیش کئے جائیں تو وہ نہ مانیں گے اور اگر اپنے مطلب کی بات ہو تو نواب صدیق حسن خاں صاحب کا قول پیش کرتے ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں کہ سلف صالح میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھویں صدی کا شروع بتلا گئے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی صدیق حسن خاں صاحب نے ایسا ہی لکھا ہے انتہی۔

مرزا صاحب نے یا تو بہت سے اہل مکاشفات وسلف صالح سے سوائے ان دو شخصوں کے کسی کا نام قابل ذکر نہیں سمجھا یا اس قول موافق کی وجہ سے اون کی قدر افزائی کرکے سلف صالح اور اہل مکاشفات میں ان کا حساب کرلیا بہرحال اون کے صرف اس خیال اور تخمینی قول کی وجہ سے جو من وجہ مفید مدعا ہے اگر سلف صالح ہیں تو وہ ہیں اور ولی کامل اور صاحب مکاشفہ ہیں تو وہ ہیں اور جس کا قول اون کے مخالف ہو خواہ وہ محدث ہو یا صحابی صاف کہدیتے ہیں کہ یہ سراسر غلط ہے بلکہ تمام اکابر دین پر شرک کا الزام لگا ہی دیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اگر قابل تاویل وتعبیر ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف ہو اور ایسے لوگوں کے

کشف وپیشین گوئی میں نہ تاویل کی ضرورت ہے نہ تعبیر کی چنانچہ
اون کے کشف کے مطابق چودھویں صدی کے شروع میں عیسے آ بھی گئے
افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو صدیق حسن خاں صاحب کی پیشین گوئی
کی جتنی وقعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بھی وقعت نہیں
اس پر یہ دعوائے مہدویت وغیرہ وغیرہ اسی طرح اپنے کشفوں کی
نسبت ہمیشہ زور دیا جاتا ہے کہ وہ صحیح نکلے گو ہر طرف سے اون کا انکار
ہو رہا ہو مسلم شریف کی حدیث چونکہ اون کے مدعا کے مخالف ہے لکھتے
ہیں کہ دمشق کی حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے جس سے صاف ظاہر
ہے کہ دجال کی علامتیں جو حدیث مسلم میں وارد ہیں حضرت نے
نہیں بیان فرمایا بلکہ مسلم نے بیان کیا یعنے بنالیا ہے حالانکہ وہ حدیث
خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور دجال کو خواب
میں دیکھنے کی حدیث کو چونکہ مفید مدعا سمجھتے ہیں کمال عقیدت اور اہتمام
سے لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف وصریح طور پر
بیان فرمادیا کہ یہ خبر میرا مکاشفہ یا ایک خواب ہے حالانکہ اس حدیث
میں نہ مکاشفہ کا لفظ ہے نہ خواب کا نام۔

اصل گفتگو یہ تھی کشف سے واقعہ منکشف ہو جاتا ہے یا وہ قابل
تعبیر اور مبہم رہتا ہے قرآن شریف سے تو ثابت ہے کہ اصل واقعہ مشہود

ہوجاتا ہے دیکھ لیجئے خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو صرف اس کشف کی بنا پر مار ڈالا کہ اگر وہ جوان ہوگا تو اپنے ماں باپ کو کافر بنا دیگا۔ اب غور کیجئے کہ کس درجہ کا ان کو اپنے کشف پر وثوق تھا کہ معصوم لڑکے کو بغیر کسی گناہ کے نبی وقت کے روبرو مارنے کی کچھ پرواہ نہ کی اگر ذرا بھی ان کو اشتباہ ہوتا تو یہ قتل ہرگز جائز نہ ہوتا۔ اور حق تعالے نے اس واقعہ کی خبر جو اپنے کلام پاک میں دی اس سے صاف ظاہر ہے کہ حق تعالے اپنے خاص بندوں کو یقینی کشف وعیان عطا فرماتا ہے اس موقع میں اہل ایمان واہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ باوجودیکہ خضر علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت نہیں ان کا کشف جب یقینی ہو تو افضل انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کشف یقین کے کس درجہ میں ہونا چاہیئے

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ حق تعالے نے تمام دنیا کو میرے پیش نظر کردیا ہے میں اوس کو اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کو میں ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتیلی کو علانیہ دیکھتا ہوں۔ غرض ان وجوہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کی خبر جو کشف سے دی ہے اوس میں نہ حضرت کو کسی قسم کا اشتباہ تھا نہ کوئی اہل ایمان شبہ کرسکتا ہے اور وہ کشف مثل خوابوں کے قابل تعبیر بھی نہیں بلکہ

جس طرح دجال کا حلیہ بیان فرمایا اور عبد العزی کے ساتھ اسکو تشبیہ دی ویسا ہی وہ ہوگا۔

اب ہم چند کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرتے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جو کچھ حضرت نے بیان فرمایا بلاکم و کاست و بغیر احتیاج تعبیر و تاویل اوس کا ظہور ہوا۔ یوں تو حضرت کے مکاشفات بےحد و بے شمار ہیں مگر یہ چند بمنزلہ مشتے نمونہ از خروارے یہاں لکھے جاتے ہیں جن روایات ذیل میں کسی کتاب کا نام نہیں لکھا گیا۔ الخصائص کبریٰ سے لکھی گئی ہیں چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اس لئے ہر روایت کا ماحصل مضمون لکھا گیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا دو شخص کچھ پوچھنے کی غرض سے آئے ایک ثقفی دوسرا انصاری اولاً آپ نے ثقفی سے فرمایا کہ جو تم پوچھنا چاہتے ہو پوچھو اور اگر منظور ہو تو تمہارا سوال بھی میں ہی بیان کر دوں عرض کیا یہ اور زیادہ نادر ہوگا فرمایا کہ تم رات کی نماز اور رکوع و سجود و غسل جنابت کا حال پوچھنا چاہتے ہو انہوں نے قسم کھا کر حضرت کی تصدیق کی پھر انصاری سے خطاب کر کے فرمایا کیا تمہارا بھی سوال میں ہی بیان کر دوں عرض کیا ارشاد ہو فرمایا تمہارا قصد

بیت اللہ جلد نکالنے مسائل وقوف عرفات و حلق راس و طواف

وغیرہ حضار بھی پوچھنا چاہتے ہو انہوں نے بھی قسم کھا کر تصدیق کی۔

جس روز نجاشی بادشاہ حبش کا انتقال ہوا حضرت نے ان کے

وفات کی خبر دی اور عیدگاہ تشریف لے گئے جہاں جنازوں پر نماز

پڑھی جاتی تھی اور ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ فقہا لکھتے ہیں کہ یہ نماز

جنازہ غائب پر نہ تھی بلکہ جنازہ حضرت کے پیش نظر تھا۔ ام سلمہ کہتی

ہیں کہ انہیں دنوں مشک وغیرہ ہدیہ میں نے نجاشی کو بھیجا تھا مجھے

اوسی روز یقین ہوگیا کہ وہ ہدیہ واپس آجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ نے ایک لشکر موتہ پر روانہ فرمایا تھا جس روز کفار کے

ساتھ اون کا مقابلہ ہوا آپ خبر دے رہے تھے کہ رایت یعنے

نشان کو زید رضہ نے لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر رضہ نے لیا وہ

بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے لیا وہ بھی شہید ہوئے

یہ فرماتے تھے اور چشم مبارک سے اشک جاری تھے فرمایا پھر سیف اللہ خالد

بن ولید نے بغیر اجازت کے لیا۔ اللہ تعالے نے فتح دی رواہ البخاری

جب مسجد قبا کی آپ نے بنیاد ڈالی تو پہلے آپ نے پتھر رکھا

پھر ابوبکر رضہ نے پھر عمر رضہ نے پھر عثمان رضہ نے کسی نے پوچھا کہ حضرت

یہ عمارت آپ بنا فرماتے ہیں اور یہی تین صاحب آپ کے ساتھ

پھر فرمایا کہ یہ تینوں شخص میرے بعد میرے خلفا اور ملک کے والی ہوں گے۔

فرمایا خلافت نبوت میری امت میں تیس سال رہے گی اسکے بعد پادشاہی ہو جائے گی۔

اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ خلافت راشدہ کی مدت اسی قدر رہی

اور فرمایا کہ میں نے بنی اُمیہ کو خواب میں دیکھا کہ میرے منبر پر ایسے کود رہے ہیں جیسے بندر۔

اور فرمایا کہ بنی اُمیہ کے سرکشوں سے ایک سرکش کا خون رعاف میرے اس منبر پر بہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عمر بن سعید بن العاص کا خون رعاف منبر شریف پر بہا۔

اُم فضل زوجہ حضرت عباس رضؓ کے جب لڑکا پیدا ہوا تو حضرت کی خدمت میں حاضر کیں اون کا نام آپ نے عبد اللہ رکھکر فرمایا کہ خلیفوں کے باپ کو لیجاؤ حضرت عباسؓ کو یہ کیفیت معلوم ہوی تو حضرت سے استفسار کیا فرمایا ہاں یہ خلفا کے باپ ہیں اون کی اولاد میں سفاح مہدی وغیرہ ہوں گے۔

اور فرمایا بنی اُمیہ کے ہر روز کے معاوضہ میں بنی عباس دو روز اور ہر مہینے کے معاوضہ میں دو مہینے حکومت کریں گے یعنے خلفاے

عباسیہ کی حکومت کی مدت بنی امیہ کی مدت حکومت سے دو چند ہو گی
امام سیوطی رحہ اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ خاص بنی امیہ کی
حکومت اسی سال رہی اور بنی عباس کی حکومت ایک سو ساٹھ
برس سے چند سال زیادہ رہی۔

فرمایا جب تک تم میں عمرؓ ہیں دروازہ فتنوں کا بند ہے اور
ان کی شہادت کے بعد ہمیشہ آپس میں کشت و خون ہوا کریں گے۔
اہل علم پر یہ امر اظہر من الشمس ہے۔

فرمایا قیصر و کسریٰ جواب موجود ہیں ان کے بعد پھر قیصر و کسریٰ
کوئی نہ ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔

فرمایا فارس اور روم کو اہل اسلام فتح کریں گے فارس کے
ایک دو حملے ہوں گے اور اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر روم کے حملے
مدتوں ہوتے رہیں گے۔ کتب و تواریخ سے اس کی تصدیق ظاہر ہے

فرمایا کسرے کے وہ خزانے جو سفید محل میں رکھے ہوئے ہیں مسلمانوں
کے قبضہ میں آئیں گے اور کل خزانے کسریٰ و قیصر کے راہ خدا میں
صرف کئے جائیں گے۔

تواریخ سے اس کی تصدیق ظاہر ہے۔
ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک کے ہاتھ

دیکھکر فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے دست بند
اور کمر میں اوس کا کمربند اور سر پر اوس کا تاج ہے جس روز تم یہ
یہ زیور پہنوگے تمہاری کیا حالت ہوگی جب فتح فارس کے بعد
دست بند وغیرہ کسریٰ کے حضرت عمر رض کے روبرو آئے تو آپ نے
سراقہ بن مالک کو بلایا اور وہ سب پہنا کر خدا کا شکر بجالایا کہ زیور
کسریٰ جیسے بادشاہ سے چھین کر سراقہ کو جو ایک بدوی یعنے جنگلی
شخص ہے پہنایا۔

غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ حیرہ بیضا کو (جو ایک شہر ہے) میں دیکھ رہا ہوں اور یہ
شیما بنت نفیلہ ازدیہ کالی اوڑھنی لپیٹے ہوئے خچر پر سوار ہے
خریم بن اوس نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ عورت مجھے عطا فرما دیجئے
جس وقت ہم حیرہ کو فتح کریں اور اوسکو پائیں تو میں اوس کو لے لوں
اور فرمایا اچھا ہم نے تمہیں کو دے دیا۔ خریم رض کہتے ہیں کہ ابو بکر رض
کے زمانہ میں جب ہم حیرہ پر گئے پہلے وہی شیما بنت نفیلہ اوسی
حالت سے سامنے آئی جس طرح حضرت نے خبر دی تھی میں اوسکو
پکڑ لیا اور کہا کہ یہ وہی عورت ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے ہبہ کر دیا ہے۔ خالد بن ولید نے اس دعوے پر مجھ سے گواہ

طلب کئے میں نے دو گواہ پیش کئے جب وہ میرے قبضہ میں آگئی
تو اُس کا بھائی میرے پاس آیا کہ شیشہ کو قیمت لے کر دیدو میں نے
کہا کہ دس ہو سے کم میں ہرگز نہ دونگا اوس نے ہزار درہم دے کر
لے گیا۔ لوگوں نے کہا تم نے کیا کیا اگر لاکھ درہم مانگتے تو وہ تمہیں دیتا
میں نے کہا مجھے خبر نہ تھی کہ دس سے بھی زیادہ کوئی عدد ہوتا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حق تعالے تم کو خلعت خلافت
پہنائے گا اور لوگ چاہیں گے کہ تم اس کو اوتار دیں تو تم ہرگز
اون کی بات نہ ماننا قسم ہے اگر تم وہ خلعت اوتار دوگے تو ہرگز
جنت میں نہ جاؤ گے۔

فرمایا بعد عثمان رض کے مدینہ کوئی چیز نہیں غالباً حضرت علی کرم اللہ
وجہہ نے اسی وجہ سے کوفہ کی اقامت اختیار کی۔

ابو ذر رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مکانات
سلع تک (جو ایک پہاڑ ہے مدینہ طیبہ میں) پہونچ جائیں تو تم شام کی
طرف چلے جانا اور میں جانتا ہوں کہ تمہارے امرا تمہارا پیچھا نہ چھوڑینگے
عرض کیا اون لوگوں کو قتل نہ کروں جو آپ کے حکم میں حائل ہوں فرمایا
نہیں اون کی سنو اور اطاعت کرو اگرچہ غلام حبشی ہو وہ جب حسب
ارشاد شام گئے معاویہ رض نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ابوذر رض

لوگوں کو شام میں بگاڑ رہے ہیں۔ عثمانؓ نے ان کو بلا لیا پھر وہ
وہاں بھی نہ رہ سکے ربذہ کو چلے گئے وہاں کا حاکم عثمانؓ کا غلام تھا
ایک روز نماز کی جماعت قائم ہوئی غلام نے چاہا کہ ابو ذرؓ امامت
کریں آپ نے کہا کہ تمہیں آگے بڑھو کیونکہ تم غلام حبشی ہو اور مجھے
حضرت کا حکم ہو چکا ہے کہ غلام حبشی کی اطاعت کروں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب ابن ملجم نے زخمی کیا آپ
نے اثنائے وصیت میں فرمایا جتنے اختلاف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد ہوئے اور آئندہ ہونے والے ہیں سب کی خبر حضرت
نے مجھے دی ہے یہاں تک کہ یہ میرا زخمی ہونا اور معاویہ کا مالک ملک
ہونا اور ان کا بیٹا اون کا جانشین ہونا پھر مروان کی اولاد یکے بعد
دیگرے وارث ہونا اور بنی امیہ کے خاندان سے بنی عباس کے
خاندان میں حکومت کا منتقل ہونا مجھے معلوم کرا دیا اور وہ خاک بھی بتلا دی
جس میں حسینؓ قتل ہونگے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ اون کی وجہ سے
اللہ تعالے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ چنانچہ
ایسا ہی ہوا کہ آپ نے اپنا حق چھوڑ دیا اور معاویہ سے صلح کر لی
فرمایا میری اہل بیت کے لئے حق تعالے نے آخرت پسند کی ہے

میرے بعد اون کو بلاؤں کا سامنا ہوگا نکالے جائیں گے قتل کئے جائیں گے۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا کہ بعض امہات المومنین خلیفۂ وقت سے جنگ کرنے کو نکلیں گے اور حواب (نام مقام) کے کتے اون کو دیکھکر بھونکیں گے۔

عائشہ رضی یہ سنکر ہنسیں آپ نے فرمایا اے حمیرا دیکھو کہیں تمہیں نہ ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اُس وقت وہاں موجود تھے اون کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب یہ تمہارے قبضہ میں آجائیں تو نرمی سے پیش آنا اور اون کے گھر اون کو پہنچا دینا چاہیئے۔

حضرت عائشہ رضی بارادۂ مقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب حواب کو پہونچیں کتے بھونکنے لگے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا حواب سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آگیا اور فوراً واپس ہونے کا ارادہ کریں مگر زبیر رضی نے ترغیب دی کہ شاید آپ کی وجہ سے مسلمانوں میں صلح ہو جائے غرض جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا وہ سب ظہور میں آیا۔

حضرت نے زبیر سے فرمایا تھا کہ تم علی رضی کے ساتھ جنگ کروگے اور تم ظالم ہوگے۔ جنگ جمل میں زبیر رضی حضرت عائشہ کے لشکر میں تھے جب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں آئے آپ نے اون سے کہا کہ
میں قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک روز تم اور
میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھے حضرت نے تم سے پوچھا کہ تم
ان سے محبت رکھتے ہو تم نے کہا کون چیز اس سے مانع ہے فرمایا تم ان
سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے۔ زبیرؓ نے کہا واقعی میں بھول گیا
تھا یہ کہکر واپس ہو گئے۔

عمار بن یاسرؓ کو حضرت نے فرمایا کہ تمکو گروہ باغی قتل کرے گا
حضرت کی وفات کے بعد ایک بار وہ ایسے سخت بیمار ہوے کہ امید
منقطع ہو گئی۔ چنانچہ ایک دفعہ غشی ہوی جس سے سب گھر والے
رونے لگے جب ہوش میں آئے تو کہا کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں بچھونے
پر مرونگا ہرگز نہیں حضرتؐ نے مجھسے فرمادیا ہے کہ گروہ باغی مجھے
قتل کرے گا۔ آخر حضرت علی اور معاویہ کے جنگ میں اون کو معاویہؓ
کے لوگوں نے شہید کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم امیر اور خلیفہ بنائے جاؤ گے
اور قتل بھی کئے جاؤ گے اور داڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہو گی
حضرت علی کرم اللہ وجہہ بقصد عراق اونٹ پر سوار ہو رہے تھے
کہ عبداللہ بن سلام آئے اور کہا کہ آپ اگر عراق کو جائیں تو آپ کو

تلوار کا سخت زخم لگے گا۔ فرمایا خدا کی قسم یہی بات حضرت نے مجھ سے بھی فرمائی تھی۔

معاویہؓ سے فرمایا کہ جب تمہیں خلافت کا لباس پہنایا جائے گا تو تمہاری کیا حالت ہوگی سوچو کہ اوس وقت کیا کروگے ام حبیبہؓ نے پوچھا کیا میرے بھائی خلیفہ ہوں گے فرمایا ہاں لیکن اس میں بہت شر و فساد ہوں گے۔

جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ حکم ابن ابی العاص کا گزر ہوا حضرت نے فرمایا میری امت کو اوس شخص سے جو اس کی پیٹھ میں ہے بڑی بڑی مصیبتیں پہنچینگی۔

کتب تواریخ سے ظاہر ہے کہ مروان بن الحکم کی وجہ سے مسلمانوں کو کیسی کیسی مصیبتیں پہونچیں در اصل بانی فساد یہی تھا جس کی وجہ سے اہل مصر برہم ہوئے اور واقعہ شہادت عثمانؓ کا پیش آیا اوس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ کی جتنی لڑائیاں ہوئیں سب کا ظاہری منشا یہی شہادت تھی جس کا باعث مروان ہوا غرض مروان اسلام کے حق میں ایک بلائے جانکاہ تھا۔ ایک بار معاذ بن جبلؓ سے حضرت نے فرمایا بہت سے فتنے تیرہ و تار پے در پے ہونیوالے

ہیں اُن میں سے چند بیان کیے جاتے ہیں تم گنتے جاؤ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ایک ایک فتنہ کا نام لیتے تھے اور میں اونگلیوں پر گنتا تھا چنانچہ پانچواں فتنہ یزید کا بیان کر کے فرمایا لا یبارک اللہ فی یزید اور اور چشم مبارک سے اشک رواں ہو گئے فرمایا کہ حسینؓ کی موت کی خبر مجھے دی گئی اور اون کے قتل گاہ اور اون کے قاتل کا نام بھی مجھے معلوم ہے اس کے بعد اور فتنے بیان کر کے دسواں ولید کا فتنہ بیان فرمایا کہ وہ ایک فرعون ہوگا کہ اسلام کے شرائع کو ڈھا دے گا۔

تاریخ الخلفاء وغیرہ میں ولید کا حال لکھا ہے کہ وہ ۱۲۵ھ میں خلیفہ ہوا اور ہمیشہ لہو و لعب میں مشغول رہتا تھا شراب خواری کی یہ کیفیت کہ ایک حوض شراب سے بھرا رکھتا تھا جب خوش ہوتا اُس میں کود پڑتا اور خوب سا پیتا ایک بار حج کا ارادہ اس غرض سے کیا کہ کعبہ شریف کے سقف پر جا کر شراب پیے۔ ایک روز لونڈی کے ساتھ شریک ہو کر بیٹھا تھا کہ موذن نے اذان دی کہا خدا کی قسم آج اس لونڈی کو امام بناؤں گا چنانچہ اپنا لباس اوس کو پہنا کر مسجد کو بھیجا اور حالت جنابت میں اُس نے امامت کی۔ ایک بار قرآن کی فال دیکھی یہ آیت نکلی واستفتحوا وخاب کل جبار عنید برہم ہو کر قرآن شریف کو پارہ پارہ کر دیا اور یہ اشعار پڑھے۔

اتوعد کل جبار عنید　　فھا انا ذاک جبار عنید
اذا ما جئت ربک یوم حشر　　فقل یا رب مزقنی ولید

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب جنگ صفین سے واپس تشریف لائے حاضرین سے فرمایا معاویہؓ کی امارت کو مکروہ نہ جانو جب وہ تم میں نہ رہیں گے تو مثل حنظل کے سر لڑھکا کرینگے۔

ابوہریرہ رضؓ ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ سنہ ۶۰ھ اور لڑکوں کی امارت نہ دکھائیو۔ ان حضرات کی پیشین گوئی کا منشا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر پہلے ہی دی تھی چنانچہ ایک بار فرمایا کہ یہ امر یعنے اسلام کا معاملہ سیدھا اور قائم رہے گا۔ اُس وقت تک کہ ایک شخص حی بنی امیہ سے جس کا نام یزید ہے اوس میں سوراخ اور رخنہ ڈالے گا۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حرہ پر ہوا جو مدینہ طیبہ کے قریب ہے حضرت کھڑے ہوگئے اور انا للہ پڑھا۔ صحابہ نے اوسکی وجہ دریافت کی فرمایا اس مقام پر میری امت کے بہتر اور عمدہ لوگ قتل کئے جائیں گے۔

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ یزید کی خلافت میں مقام حرہ پر صرف علما سات سو قتل ہوئے جن میں تین سو صحابہ تھے۔

سعید بن مسیب نے کہا کہ خلیفے ابو بکر ہیں اور دو عمر کسی نے پوچھا دوسرے عمر کون کہا قریب ہے کہ تم پہچان لوگے ۔ بیہقی کہتے ہیں کہ دوسرے عمر عمر بن عبد العزیز ہیں ۔ سعید ابن مسیب کا انتقال اُنکے دو سال پہلے ہوا اس لئے وہ نہ بتلا سکے ۔

علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بنی اُمیہ پر لعنت مت کرو اُن میں ایک صالح امیر ہیں یعنے عمر بن عبد العزیز ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطلاع دینے کی وجہ سے تھیں ۔

فرمایا قیامت تک تیس جھوٹے نکلیں گے جن میں مسیلمہ عنسی اور مختار ہے اور عرب میں بدتر قبیلے بنی اُمیہ اور بنی ثقیف ہیں ۔ قبیلہ ثقیف میں ایک شخص مبیر یعنے ہلاک کرنے والا ہوگا ۔

حضرت عمر رض نے کہا کہ نہ وہ اچھوں سے کوئی اچھی بات قبول کریگا نہ بُروں کی خطا معاف کرے گا بلکہ جاہلیت کا سا حکم کرے گا ۔

ابو الیمان کہتے ہیں کہ عمر رض کو پہلے سے معلوم تھا کہ حجاج ثقفی نکلنے والا ہے جس کے اوصاف اُنہوں نے بیان کردئے ۔

اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ مسیلمہ کذاب عنسی مختار اور حجاج کیسے بلائے بے درمان تھے جن کی خبر حضرت نے دی ہے ۔

فرمایا میری اُمت میں ایک شخص پیدا ہوگا جسکو لوگ غیلان

کہیں گے اوس کا ضرر ابلیس کے ضرر سے بڑھا ہوا ہو گا۔ یہ شخص دمشق میں تھا مذہب قدریہ کو اس نے ایجاد کیا اوس کا قول تھا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں آدمی اپنے فعل کا آپ مختار اور خالق ہے۔

خوارج کے قتل کا واقعہ اوپر مذکور ہوا جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کی خبر دے چکے تھے اور سب پیشینگوئیاں بلاکم وکاست ظہور میں آئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ایک آگ نکلے گی جس سے بصری میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی امام سیوطی رح کہتے ہیں کہ یہ آگ سنہ ۶۵۴ھ میں نکلی تھی

خلاصۃ الوفا میں لکھا ہے کہ اکابر محدثین مثل امام نووی اور قطب قسطلانی وغیرہ نے جو اوس زمانہ میں موجود تھے اس آگ کے حالات میں مستقل رسالے لکھے ہیں اور اہل شام کے نزدیک اس آگ کا نکلنا بہ تواتر ثابت ہے۔ اس کا واقعہ مواہب لدنیہ اور خلاصۃ الوفا وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے کہ ایک آگ مقام حیلا میں پیدا ہوئی جو مدینۂ منورہ سے شرق کے جانب ایک منزل پر واقع ہے اس آگ کا طول چار فرسخ یعنے سولہ میل اور عرض چار میل تھا اور بہئیت مجموعی ایک وسیع آگ کا شہر نظر آتا تھا جسکے

اطراف فصیل اور اوس کے اوپر کنگرے اور برج آگ کے محسوس تھے اور ارتفاع میں اس قدر تھی کہ مکہ معظمہ کے لوگوں نے اس کو دیکھا اور بصرے کے اونٹوں کی گردنیں اوس سے چمکتی تھیں جب اپنے مقام سے وہ حرکت کی تو جس پہاڑ پر اوس کا گزر ہوتا اوس کو گلا دیتی اور بڑھتی ہوی مدینے تک پہونچی دو یا تین مہینے حد حرم پر رہی۔

قرطبی رح نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں یعنے ۲۷ رجب کو وہ آگ بجھی۔ خوارج کے متعلق پیشین گوئیاں اوپر مذکور ہوئیں اور اون کے وقوع کا حال بھی معلوم ہوا۔

اسی طرح وہابیوں کے فتنہ کی بھی پوری پوری خبریں حضرت نے دیں چنانچہ الدار السنیہ میں شیخ دحلان رح نے لکھا ہے کہ اس فتنہ کے باب میں صحیح صحیح احادیث وارد ہیں بعض بخاری اور مسلم میں ہیں اور بعض دوسری کتابوں میں ان میں سے چند حدیثیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم الفتنة من ههنا و اشار الی المشرق یعنے فرمایا کہ فتنہ ادھر سے نکلیگا اور مشرق کی طرف اشارہ کیا وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا و بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی نجدنا قال

هنالك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان مختصراً
یعنے ایک بار حضرت نے دعا کی کہ یا اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت
دیجیو لوگوں نے کہا کہ ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمائیے ارشاد ہوا وہاں
زلزلے اور فتنے ہیں اور شیطان کا سینگ وہاں سے نکلیگا وفی روایۃٍ
سیظهر من نجدٍ شیطان یتزلزل جزیرۃ العرب من فتنۃٍ
یعنے فرمایا قریب ہے کہ ظاہر ہوگا نجد کی طرف سے ایک شیطان جسکے
فتنہ سے جزیرۂ عرب متزلزل ہو جائے گا وقال صلی اللہ علیہ وسلم
یخرج ناس من المشرق یقرؤن القران لا تجاوز تراقیهم
یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیۃ لا یعودون
فیه حتی یعود السهم الی فوقه سیما هم التحلیق یعنے فرمایا
بہت سے لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے وہ قرآن پڑھیں گے مگر
اون کے حلق کے نیچے نہ اُترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے
تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ ہرگز دین میں نہ لوٹیں گے اور نشانی
اون کی سر منڈوانا ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم ان من ضئضئ ہذا (ای ذی الخویصرۃ)
اوفی عقب هذا قوما یقرؤن القران لا یجاوز حناجرهم
یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیۃ یقتلون

اهل الاسلام ویدعون اهل الاوثان یعنی ذوالخویصرہ
تمیمی کے خاندان سے ایک قوم نکلیگی وہ قرآن پڑھیں گے مگر اون کے
گلے کے نیچے نہ اُترینگا دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے
تیر نکل جاتا ہے اہل اسلام کو وہ قتل کریں گے اور بت پرستوں کو
چھوڑ دیں گے۔

شیخ دحلان نے الدرر السنیہ میں اس قسم کی اور روایتیں ذکر کر کے
لکھا ہے ابن عبدالوہاب نجدی قبیلہ تمیم کا ایک شخص تھا ۱۱۴۳ھ
میں اس کا فتنہ نجد سے شروع ہوا اول تو لوگوں کو خالص توحید کے
طرف بلاتا اور شرک کی مذمتیں بیان کرتا تھا جب اہل اسلام نے
سادگی سے اوس کا اتباع قبول کرلیا اور رفتہ رفتہ ایک گروہ بنگیا
تو اوس نے قتل و غارت شروع کر دیا اور ظالمانہ طریقہ سے بزور
شمشیر تسلط بڑھاتا گیا یہاں تک کہ حرمین شریفین بلکہ کل جزیرہ عرب
پر اس گروہ کا تسلط ہوگیا حالت اون کی یہ تھی کہ جمیع انبیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور کسرشان کے ساتھ ان کو نہایت دلچسپی
تھی شہدا اور اولیاء اللہ کی قبریں کھدوا کر نجاستیں بھر دی جاتی
تھیں۔ دلائل الخیرات اور اوراد اذکار کی کتابیں اور بزرگان دین
کے تذکرے جلائے جاتے تھے اور ضروریات دین سے یہ بات

ٹھیرائے گئی تھی کرنے چھ سو سے اس طرف جتنے علما و سادات و مشائخین و اولیاء اللہ ہوے ہیں سب کی تکفیر کی جائے اگر ایسا سمجھیں کوئی قائل کرتا تو فوراً قتل کردیا جاتا غرض ان بیدانہ اور ظالمانہ حرکات سے تمام جزیرۂ عرب سنہ ۱۲۲۲ تک ایک تہلکۂ عظیم میں گرفتار تھا۔ اس نے اپنے ہم مشربوں کی علامت تحلیق راس قرار دی تھی اگر کوئی سر نہ منڈواتا تو اوسکو اپنے گروہ میں نہ سمجھتا اس باب میں اس کو اس قدر اصرار تھا کہ عورتوں کو بھی سر منڈوانے پر مجبور کیا آخر ایک عورت نے کہا کہ ہمارے سر کے بال ایسے ہیں جیسے مردوں کی داڑھیاں مرد لوگ اگر داڑھیاں منڈوا دیں تو ہمارا سر منڈوانا بجا ہوگا اس جواب سے لاجواب ہوکر عورتوں کو اس حکم سے مستثنے کردیا۔ غرض اوس کا نجدی اور خاندان بنی تمیم سے ہونا اور مدینہ کے شرقی جانب سے جو نجد اسی جانب میں واقع ہے نکلنا اور بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کرنا۔ اور تمام جزیرۂ عرب اوس کے فتنہ سے متزلزل ہونا اور قرآن کا کوئی اثر اس قوم کے دل میں نہ ہونا اور تحلیق کو اپنے گروہ کی علامت قرار دینا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاکم و کاست ظہور میں آیا۔ بعض احادیث میں وارد ہے کہ آخری زمانہ کے مسلمان بنی اسرائیل کی پیروی کریں گے اور بعضوں میں

مطلقاً امم سابقہ کی تصریح ہے جن میں نصاریٰ اور فارسی بھی شریک ہیں۔ اس پیشین گوئی کا وقوع ظاہر ہے کہ اس زمانے کے مسلمان نصاریٰ کی کس قدر پیروی کر رہے ہیں۔ کھانا۔ پینا۔ لباس۔ وضع رفتار گفتار نشست برخاست وغیرہ جمیع امور معاشرت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہوتا۔ باوجودیکہ مونچھیاں بڑھانے میں سخت وعید وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی شفاعت نہ کرینگے مگر اوس کی کچھ پرواہ نہیں۔ صرف انگریزی دانوں کی تقریر میں سنکر علوم اسلامی میں نکتہ چینیاں ہوتی ہیں حکمت جدیدہ کا اگر کوئی مسئلہ پیش ہو گیا تو قبل اس کے کہ اوس کی دلیل معلوم کریں قرآن و حدیث پر اعتراض ہونے لگتے ہیں نہایت ذہین اور محقق وہ شخص مانا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں تحریف و تاویل کر کے نئے خیالات کے مطابق کر دے۔

نصاریٰ اپنے مکانات کی آرائش تصاویر سے کیا کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے بھی وہی اختیار کیا حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے لا تدخل الملئکة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير متفق علیہ اور جبرئیل علیہ السلام کا قول حضرت نے نقل فرمایا کہ لا تدخل الملئكة بيتاً فيه كلب ولا صورة یعنے جس گھر میں کتا اور تصویر

ہوتی ہے اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے۔ مرزا صاحب کے مریدوں کے گھر میں اون کی تصویر ضرور رہا کرتی ہے اور مرزا صاحب نے اوس کے جواز کا فتوے بھی دیدیا ہے۔

کلام الہی میں تحریف کرنے کی عادت یہودیوں کی تھی جیساکہ حق تعالی فرماتا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ یعنے کلمات کو اپنے مقام و معانی سے دوسرے طرف پھیر دیتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اور اون کے پہلے سرسید صاحب نے وہی اختیار کیا جیساکہ دونوں صاحبوں کی تصانیف سے ظاہر ہے یہاں چند تحریفیں جو مرزا صاحب نے کی ہیں لکھی جاتی ہیں جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ظاہر ہے۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحۂ (۶۶۵) میں لکھتے ہیں کہ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہوگیا ہے ہرایک مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتا کیونکہ قرآن وحدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مرگیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا۔ اور قرآن کریم انہم لا یرجعون کہکر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے اون کو رخصت کرتا ہے اور قصۂ عزیر وغیرہ

جو قرآن کریم میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم و غشی بھی آیا ہے دیکھو قاموس اور جو عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے وہ حقیقت میں ایک الگ بیان ہے جس میں یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدائے تعالے ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اوس کے ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اس میں جان ڈالتا ہے۔ ماسوا اس کے کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہو کر پھر بھی فوت ہوا۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی نہیں تھی ورنہ اس کے بعد ضرور کہیں اوس کے موت کا ذکر ہوتا انتہی۔

جس آیت شریف میں عزیر علیہ السلام کی موت کا ذکر ہے وہ یہ ہے قولہ تعالے اوکالذی مرّ علی قریۃ وّھی خاویۃ علی عروشھا قال انّٰی یحیٖ ھٰذہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الی طعامک و شرابک لم یتسنّہ وانظر الی حمارک ولنجعلک اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیئ قدیرہ ترجمہ یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک

شہر پر جو گر پڑا تھا اپنے چھتوں پر بولا کہاں جلاویگا اوس کو اللہ مر گئے پیچھے۔ پھر مار رکھا اوس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اوٹھایا۔ کہا تو کتنی دیر رہا بولا میں رہا ایک دن یا اس سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ رہا تو سو برس۔ اب دیکھ اپنا کھانا پینا سڑ نہیں گیا۔ اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجکو ہم نمونہ کیا چاہیں۔ لوگوں کے واسطے۔ اور دیکھ ہڈیاں کس طرح اون کو اوبھارتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت۔ پھر جب اس پر ظاہر ہوا تو بولا میں جانتا ہوں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر درمنثور میں مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ کتب سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد جب زندہ کیے گئے تو پہلے حق تعالیٰ نے ان کی آنکھیں پیدا کیں جنسے وہ اپنے ہڈیوں کو دیکھتے تھے کہ ایک دوسرے سے متصل ہو رہی ہے اس کے بعد ان پر گوشت پہنایا گیا۔ اور اوسی میں ابن عباس اور کعب اور حسن بصری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ملک الموت نے اون کی روح قبض کی اور سو برس تک وہ مردہ رہے جب زندہ ہو کر اپنے گھر گئے تو اون کے بیٹے بوڑھے ہو گئے تھے اور آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اس لئے کہ مرتے وقت آپ کی عمر چالیس ہی برس کی تھی۔ اوس کے سوائے اور کئی روایتیں

اس مضمون کی مؤید ور منثور میں موجود ہیں۔

مگر مرزا صاحب ان احادیث کو نہیں مانتے اور آیۂ شریفہ میں فاماته الله ہے اوس کے معنے یہ کہتے ہیں کہ حق تعالے نے اونکو سلا دیا یا بیہوش کردیا۔

یہاں یہ دیکھنا چاہیے کہ عزیر علیہ السلام کو استبعاد کس امر کا تھا سو کے اُٹھنے کا یا مرے زندہ ہونے کا اس آیۂ شریفہ میں انی یحیی الله بعد موتہا سے صاف ظاہر ہے کہ احیائے اموات کا استبعاد تھا سو کے اٹھنے یا بیہوشی سے ہوش میں آنے سے ہرگز دور نہیں ہوسکتا اس صورت میں مرزا صاحب کی یہ توجیہ کہ موت بمعنی نوم یا غشی ہے کیونکر صحیح ہوگی ہاں سو برس کی نیند یا بیہوشی کے بعد اُٹھنا البتہ ایک حیرت خیز بات ہے مگر اس سے بھی ان کا استبعاد احیا دور نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ موت ظاہراً اعدام محض ہے اور نوم و غشی طویل میں صرف طول عمر ہے جو قابل استبعاد نہیں اور طول عمر پر اعادہ معدوم کا قیاس بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر اگر ناقص نظیر کے طور پر اوس کو مان بھی لیں تو اس تطویل مدت کا اون کو مشاہدہ بھی نہیں ہوا اسی وجہ سے جواب میں اُنہوں نے یہی عرض کیا کہ لبثت یوما او بعض یوم یعنے تقریباً ایک دن گذرا ہوگا جسکے بعد ارشاد ہوا کہ سو برس گذر چکے ہیں اسکی

تصدیق بھی انہوں نے ایمانی طور پر کی جیسے احیائے اموات کی تصدیق پہلے سے اون کو حاصل تھی۔ البتہ ان کا استبعاد اس طور سے دور ہو سکتا تھا کہ بچشم خود مردہ کو زندہ ہوتے دیکھ لیتے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پہلے ان کی آنکھیں زندہ کی گئیں جس سے انہوں نے خود اپنے تمام جسم کے زندہ ہونے کو دیکھ لیا پھر گدھے کے زندہ ہونے کو دیکھا جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اگر ان کے استبعاد کے دور کرنے کا وہی طریقہ بیان کیا جائے جو مرزا صاحب کہتے ہیں تو عوام الناس کو خصوصاً منکرین حشر کو یہ اچھا موقع اعتراض کا ہاتھ آجائیگا کہ حق تعالٰے میں احیائے اموات کی نعوذ باللہ قدرت ہی نہیں کیونکہ اگر قدرت ہوتی تو ایسے موقع میں کہ نبی استبعاد ظاہر کر رہے ہیں ضرور اس کا اظہار ہوتا جس سے وہ اعتراف کر لیتے۔ مگر جب ہمیں ان کا اعتراف یقیناً معلوم ہو گیا جیسا کہ اس قصہ کے اخیر میں ہے فلما تبین له قال اعلم ان الله علی کل شئ قدیر تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت انہوں نے اپنے اور اپنے گدھے کے مرکر زندہ ہونے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا ورنہ تبیّن درست نہ ہوگا۔

مرزا صاحب کا مذاق چونکہ فلسفی ہے اور اکثر فلسفہ کے خلاف

ہیں جو آیات واحادیث وارد ہوتے ہیں اُن کو رد کر دیتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے باب میں لکھے ہیں کہ اس کو نہ فلسفہ قدیمہ قبول کرتا ہے نہ فلسفہ جدیدہ اس لئے وہ محال ہے اسی طرح عزیر علیہ السلام کی پہلی موت اور اس کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ہرچند نوم و غشی کے معنے سیاق وسیاق کے بالکل مخالف ہیں مگر مذاق فلسفیانہ کی مخالفت کی وجہ سے اُس کی کچھ پروا نکر کے بیہوشی کے معنے لیتے ہیں۔

یہاں حیرت اس امر کی ہوتی ہے کہ فلسفہ نے یہ اجازت کیونکر دی کہ آدمی بغیر کھانے پینے کے سو برس تک زندہ رہ سکتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ رہنے میں تو بڑا ہی زور لگایا کہ کیا وہاں ظروف بھی ہوں گے مطبخ بھی ہوگا پائخانہ بھی ہوگا۔ معلوم نہیں اس سو برس کے لئے جس کے چھتیس ہزار دن ہوتے ہیں مطبخ وغیرہ کی کیا فکر کی گئی۔ مرزا صاحب ہیں بڑے ہوشیار اگرچہ لکھا نہیں مگر اس مائۃ عام میں کوئی نہ کوئی نکتہ معتقدین کے لئے سینہ بسینہ ضرور رکھا ہوگا چونکہ اُن کی طبیعت نکتہ رس حساب جمل وغیرہ سے اکثر کام لیتی ہے چنانچہ اپنی عیسویت کو غلام احمد قادیانی کے اعداد سے ثابت کرہی دیا کہ اس نام کے تیرہ سو عدد ہیں اور دنیا میں اس نام والا

کوئی شخص نہیں اس لئے خود جیسے موجود نہ رہا تعجب نہیں کہ وہ شخص
بھی اسی قسم کا نکتہ پیش نظر ہوگا کہ یہاں لفظ ستر سوال اور شریعت
وغیرہ چھوڑ کر لفظ عام استعمال کیا گیا اور لفظ عام کے اعداد ۷۱۱۱
ہیں چونکہ یہ شکل بارہ کے لئے موضوع ہے اسی وجہ سے تمام گھڑیوں
میں یہی شکل بارہ کے لئے مخصوص کی گئی ہے کہ جب گھڑیاں ۱۲ کی شکل
پر آتی ہے تو بارہ بجتے ہیں اس سے قطعاً اور یقیناً ثابت ہے کہ
بارہ گھنٹے وہ سوتے رہے اور قیلولہ کا وقت بھی بارہ ہی کا ہے
ہر چند اس نکتہ میں مادہ عام سے آیت کے معنی متروک ہوئے جاتے ہیں
مگر نکات میں سیاق و سباق کا لحاظ چنداں ضرور نہیں سمجھا جاتا
جیسے اپنے نام کے صرف اعداد سے مسیحیت کا ثبوت اسی بنا پر ہوتا
ہے کہ نہ وہ سیاق میں ہے نہ سباق میں اور نیز اسی آیت شریف کے نکتے
سے جو مرزا صاحب کے اجتہاد سے پیدا ہوتے ہیں ان کی معلوم ہوگی
یہ نکتہ تو ہمارے بادی الرائے میں سمجھا گیا مرزا صاحب جو غور و
تامل سے نکالے ہوں گے وہ اس سے زیادہ تر عجیب ہوگا۔

قولہ قرآن و حدیث دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص
مر گیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا۔

ظاہر آیت موصوفہ اور احادیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ عزیر

چنانچہ بعض اقوام بعد موت کے دنیا میں زندہ کیئے گئے اور دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہے کہ ہزاروں آدمی بعد موت کے دنیا میں لاکر زندہ کیئے گئے کما قال تعالےٰ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ترجمہ کیا تم نے نہیں دیکھا وہ لوگ گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر کہا ان کو اللہ تعالےٰ نے مرجاؤ پھر ان کو زندہ کیا انتہی۔

ابن عباس وغیرہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے بکثرت یہ روایتیں تفاسیر میں موجود ہیں کہ وہ لوگ چار ہزار تھے جو طاعون سے بھاگ کر کسی مقام میں ٹھیرے تھے حق تعالےٰ نے سب کو مار ڈالا پھر کئی روز بعد حزقیل علیہ السلام کی دعا سے وہ سب زندہ ہوئے۔

اب دیکھئے کہ قرآن وحدیث کی گواہی سے ہمارا حق ثابت ہو رہا ہے یا مرزا صاحب کا مگر اس کا کیا علاج کہ مرزا صاحب نہ حدیث کو مانتے ہیں نہ قرآن کو قولہ (قرآن انھم لا یرجعون کہکر ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے ان کو رخصت کرتا ہے) پوری آیت شریفہ یہ ہے وحرام علیٰ قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون یعنے جس گاؤں کو ہم لوگ ہلاک کرتے ہیں وہ پھر نہیں لوٹتے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہلاک کی ہوی بستیاں خود مختاری سے نہیں لوٹتیں کیونکہ لا یرجعون بصیغہ

معروف ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ خدائے تعالے بھی کسی کو زندہ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا ابھی قرآن شریف سے معلوم ہوا کہ ہزارہا مردوں کو ایک وقت میں حق تعالے زندہ کردیا۔ **قولہ** عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑہانے کا ذکر ہے وہ درحقیقت الگ بیان ہے جس میں یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدائے تعالے ایک مردہ کو زندہ کرتا ہوا اور اُس کی ہڈیوں پر گوشت چڑہاتا ہے اور پھر جان ڈالتا ہے۔ یہاں بھی مرزا صاحب نے عجیب لطف کیا ہے کہ نہ وہاں گدھا مرا ہوا تھا نہ اُس کی ہڈیاں تھیں بلکہ ایک عورت کا رحم پیش نظر تھا جسکے اندر ہڈیوں پر گوشت چڑھ رہا تھا کیونکہ حق تعالے عزیر علیہ السلام کی طرف خطاب کرکے فرمایا انظر الی العظام کیف ننشزھا اس سے معلوم ہوا کہ رحم کی طرف وہ دیکھ رہے ہوں گے مگر قرآن شریف میں کوئی لفظ یہاں ایسا نہیں ہے جس سے معنے رحم کے سمجھ میں آئیں اور جب گدھے کے زندہ ہونے اور اُس کے ہڈیوں پر گوشت چڑھنے سے کوئی تعلق نہیں اور رحم کی حالت جداگانہ بتلانا منظور تھا تو معلوم نہیں کہ انظر الی حمارک کہکر صرف گدھے کو بتلا دینے سے کیا مقصود تھا کیا گدھا بھی کوئی ایسی چیز تھا کہ اس وقت اس کا دیکھ لینا ان کو ضرور تھا۔ پھر بھی اُس کا ذکر بھی بڑے اہتمام سے قرآن شریف میں کیا گیا ہے

کہ اُن کو گدھا دکھلایا گیا تھا گدھے تو اب بھی ہر قسم کے موجود ہیں اُس گدھے میں ایسی کونسی بات تھی جس کی حکایت کی جا رہی ہے اب اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ جن ہڈیوں پر گوشت چڑھائے جانے کا ذکر ہے وہ مردہ گدھے کی ہڈیاں تھیں یا رحم کے بچے کی اور صورت ثانیہ یہ بھی غور طلب ہے کہ ہڈیاں رحم میں پہلے بنکر اُس پر گوشت چڑھایا جاتا ہے یا گوشت پہلے بنتا ہے۔ اگر اہل انصاف صرف اسی بحث کو کرات و مرات بغور ملاحظہ فرمائیں تو مرزا صاحب کی قرآن فہمی کا حال بخوبی واضح ہوگا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اپنی بات بنانے کو وہ کس قدر کلام الٰہی میں تصرف کرتے ہیں یوں تو معتزلہ وغیرہ اہل ہوا بھی قرآن شریف میں تاویل کرتے ہیں مگر مرزا صاحب کا نمبر سب سے بڑھا ہوا ہے **قولہ** کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہو کر پھر بھی فوت ہوا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی نہ تھی۔

مطلب یہ ہوا کہ فاماتہ اللہ میں عزیر علیہ السلام کی موت کا جو ذکر ہوا اُس کے بعد دوسری ان کی موت کا ذکر نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعثہ اللہ سے مراد اس عالم کی زندگی نہیں بلکہ اُس عالم اُخروی میں زندہ ہونا مراد ہے اس سے ظاہر ہے کہ اماتہ اللہ

سے مراد موت حقیقی لی گئی حالانکہ اس کا انکار کرکے نوم و غشی کے
معنے ابھی بیان کر آئے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ ان کو اماتت سے کام ہے نہ بعثت سے جہاں کہیں یہ موقع
مل گیا الٹ پھیر کرکے ابھی جمائے جاتے ہیں۔

اب مرزا صاحب کی توجیہات کے مطابق آیۂ موصوفہ کی تفسیر سنئے
کہ عزیر علیہ السلام نے احیاے اموات پر استبعاد ظاہر کیا اس پر حق تعالیٰ
نے ان کو بیہوش کر دیا اور عالم اخروی میں ان کو زندہ کرکے پوچھا کہ
کتنے روز تم کو مر کر ہوئے انہوں نے کہا تقریباً ایک روز۔ ارشاد ہوا کہ
سو برس تم کو مر کر ہوئے دیکھو تمہارا کھانا پینا متغیر نہیں ہوا اور گدھے کو
دیکھ لو۔ اور رحم میں دیکھو کہ بچے کے ہڈیوں پر کس طرح ہم گوشت
چڑھاتے ہیں یعنی مرنے کے سو برس بعد اس کا استبعاد دور ہو گیا
معلوم نہیں سو برس تک وہ کہاں رہے اس عالم سے تو مر ہی گئے
تھے۔ اور اس عالم میں سو برس کے بعد زندہ ہوئے۔ پھر کھانا پینا بھی
ساتھ ساتھ گویا سفر آخرت کا توشہ تھا جس کے دیکھنے کا حکم ہوا اور گدھا
جو دکھلایا گیا وہ بھی شاید سواری اس سفر کی تھی بھلا یہ زاد راہ اور سواری
تو قرین قیاس بھی ہے کہ آخر سفر کا لازمہ ہے مگر رحم کے بچے کو دیکھنے میں
تامل ہوتا ہے کہ اس کی وہاں کیا ضرورت تھی۔ بہرحال مرزا صاحب کے

ان حقائق و معارف قرآنی کو ہم پیش ناظرین کر دیتے ہیں وہ خود فیصلہ
کر لیویں گے کہ قرآن شریف میں مرزا صاحب کیسے کیسے تصرفات اور تحریفات
کرتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کی طرح چند آیتوں میں سے انظر الی العظام
ہیں پھر نکسوھا لحما میں۔ اگرچہ ہنوز اس میں غور و فکر کو گنجائش
ہے مگر بنظر طوالت ناظرین اسی پر اختصار کیا گیا۔

مرزا صاحب ضرورۃ الامام کے صفحہ (۲۶) میں لکھتے ہیں کہ میں
قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں
کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

فی الحقیقت مرزا صاحب نے قرآن کے حقائق و معارف بیان
کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان اس میں ان کا
ہم پلہ ہو سکے کیونکہ یہ بیچارے اس حدیث شریف کے واسطے سے نار دوزخ
سے خائف اور لرزاں ہیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار رواه الترمذی
كذا فی المشكوة یعنے فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
جو کوئی قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے تو اپنی جگہ دوزخ میں
بنالے اور مرزا صاحب کو اس کا کچھ خوف نہیں کیونکہ مذاق فلسفی
میں اس نار کا وجود ہی نہیں پھر اس سے خوف کیا ہے۔

ازالۃ الاوہام کے صفحہ (۶۲۵) میں لکھتے ہیں او ترقی فی السماء
قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنے کفار کہتے ہیں تو
آسمان پر چڑھکر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لے آئیں گے ان کو کہدے
کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلا میں ایسے کھلے کھلے
نشان دکھادے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں کہ ایک
آدمی ہوں اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف
جواب ملا کہ یہ عادت نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لی جائے۔

مرزا صاحب نے خود غرضی سے اس آیت شریفہ میں اختصار
و حذف وغیرہ کیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔ وقالوا لن نؤمن لک
حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب
فتفجر الانھار خلٰلھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا
کسفا او تاتی باللہ والملٰئکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف
او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل
سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ ترجمہ بولے ہم نہ مانیں گے
تیرا کہا جب تک تو بہا نہ نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا
ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہاوے تو اس کے

بیچ نہریں چلاکر یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے
یا لے آ اللہ اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے تجھکو ایک ستھرا گھر
یا چڑھ جائے تو آسمان میں ہم یقین نہ کریں گے چڑھنا جب تک
نہ اُتار لاوے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں تو کہہ سبحان اللہ میں کون
ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا انتہی۔
اب اس پوری آیت پڑھنے کے بعد ہی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ
اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا محال ہے
جب تک وہ تدبیر نہ کی جائے جو مرزا صاحب نے کی انہوں نے
اپنی کامیابی کا یہ طریقہ نکالا جو جملے اپنے مدعا کے مخالف ہوں۔
اُن کو نکال دور کر کے چند متفرق الفاظ اکٹھے کئے اور کہدیا کہ
اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدعا ثابت ہے دیکھ لیجئے تمام آیت
میں سے او ترقی کا جملہ لے لیا اور لن نؤمن لرقیک کو حذف کر کے
قل سبحان کے جملہ کے ساتھ اس کی جوڑ لگادی تاکہ اس ترک و
حذف سے اصل مضمون خبط ہو کر نیا مضمون پیدا ہو جائے۔ چونکہ
مرزا صاحب کو یہ ثابت کرنا ہے کہ جسم خاکی کا آسمان پہ جانا محال ہے
اس لئے انہوں نے کفار کے کل درخواستوں کو چھوڑ دیں کیونکہ ان
میں چند چیزیں ایسی بھی ہیں کہ اہل اسلام کے پاس ممکن الوقوع

مثلاً چشمہ کا جاری کرنا جس کو موسیٰ علیہ السلام نے کر دکھایا تھا اور کھجور اور انگور کا باغ اور ستھرے مکان حضرت کے لئے تیار ہو جانا کوئی مشکل بات نہ تھی گو کفار کے پاس یہ چیزیں بھی محال تھیں ان کو خوف ہوا کہ اگر کسی کی نظر ان چیزوں پر پڑ جائے گی تو حضرت کا آسمان پر جانا بھی انہیں نظائر میں سمجھ لیں گے اور مقصود فوت ہو جائے گا۔ او ترقیٰ فی السمآء کے بعد کا جملہ یعنے ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کو اس واسطے حذف کیا کہ اس میں کتاب نازل کرنے کی درخواست تھی اور ترقی کے جواب میں ھل کنت الا بشرا سے جب یہ استدلال ہو کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا تو وہی جواب حتی تنزل علینا کا بھی ہے اس سے بھی یہی سمجھا جائے گا کہ کتاب بھی نازل نہیں ہو سکتی حالانکہ قرآن شریف برابر نازل ہوتا تھا اور اکثر کفار اس کا اعجاز دیکھکر منزل من اللہ سمجھتے اور ایمان لاتے تھے۔

ہر چند مرزا صاحب نے تحریف کا الزام اپنے ذمہ لیا مگر اس سے بھی ان کا مطلب ثابت نہیں ہو سکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے اتنی ہی آیت فرض کیجئے جس کا ترجمہ انہوں نے استدلال میں پیش کیا ہے یعنے وقالوا لن نؤمن لک حتی ترقیٰ فی السمآء قل سبحان ربی

هل کنت الا بشرا رسولا اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ کفار نے
حضرت سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تو ان کو یہ جواب ملا کہ
میں تو ایک بشر ہوں یعنے خدا نہیں کہ اپنی ذاتی قدرت سے ایسے
خوارق عادات ظاہر کروں اس سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ خدائے
تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اگر کسی جسم کو آسمان پر لے جائے تو
اس کی قدرت سے بعید نہیں۔
رہا یہ کہ عادت نہیں تو جتنے معجزات ظہور میں آئے تھے سب خوارق
عادات تھے۔ کوئی کم فہم بھی اس جملہ سے کہ (میں تو ایک بشر
رسول ہوں) یہ سمجھ نہیں سکتا کہ یہ عادت نہیں کہ خدا جسم خاکی کو
آسمان پر لے جائے اب دیکھ لیجئے کہ مرزا صاحب کی تحریف اور
عبارت آرائی نے کیا نفع دیا ؎

شکوۂ آصفی و اسپ باد و منطق طیر　　بباد رفت وازاں خواجہ ہیچ طرف نہ بست

اس بے تکے استدلال سے تو یہ استدلال کسی قدر قریب الفہم
ہوگا کہ اُن کے جواب میں حضرت نے فرمایا سبحان اللہ یہ کیا کہ
رہے ہو میں کوئی عامی شخص نہیں بلکہ میں بشر رسول ہوں بفضلہ
تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شب معراج
اسی جسم خاکی سے آسمانوں پر تشریف لے گئے جس کی تصدیق

صدہا حدیثیں کر رہی ہیں اور تمامی امت کا اجماع ہے مرزا صاحب کو فلسفہ پر کامل اعتقاد ہونے کی وجہ سے معراج کا انکار کرتے ہیں۔ مگر کوئی مسلمان جس کو خدا کی قدرت پر ایمان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار کو سچے سمجھتا ہے وہ تو ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔

چونکہ مرزا صاحب کو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹانے کی یہاں ضرورت تھی اس لئے هل كنت الا بشرا رسولا کے ترجمہ میں رسول کے لفظ کو چھوڑ کر اسی پر اکتفا کیا کہ دمیں بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک آدمی) تاکہ اردو پڑھنے والوں کا خیال رسالت کی طرف منتقل ہی نہ ہو کیونکہ رتبۂ رسالت الٰہی عموماً وفطرۃً معظم و مکرم سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے کفار اس رتبہ کے مستحق ملائکہ کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کا قول کما قال تعالیٰ لولآ انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا اور صرف بشریت کی وجہ سے ان انتم الا بشر مثلنا کہکر انبیا کی رسالت میں کلام کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے خیال کیا کہ اگر لفظ رسول ترجمہ میں شریک کیا جائے تو مبادا کوئی یہ کہہ بیٹھے کہ حضرت کو جب رسالت کی قوت اعجازی دی گئی تھی تو ممکن ہے کہ آسمان پر جانے کی

قدرت ہی ہو اس وجہ سے انہوں نے اس لفظ کو ترجمہ میں
ترک ہی کر دیا۔
مرزا صاحب نے آیۂ موصوفہ میں سبحان ربی کی توجیہ یہ کی کہ
میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلا میں ایسے کھلے
کھلے نشانیاں دکھلا دے اس کا مطلب ظاہر ہے کہ کھلے کھلے
قدرت کی نشانیاں دکھانا خدائے تعالی کی نسبت ایک ایسا سخت
عیب ہے جس سے تنزیہ کرنے کی ضرورت ہے معلوم نہیں کہ
خدائے تعالی کی یہ قدرت نمایاں کس وجہ سے عیب ٹھرائی
گئی ہیں یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جس میں کوئی کمال ہو اس کا ظاہر
کرنا کمال مستحسن سمجھا جاتا ہے پھر خدائے تعالی کی قدرت جو غایت درجہ کا
کمال ہے اس کا اظہار کس وجہ سے نقص اور عیب ہوگا غور کرنے سے معلوم
ہوسکتا ہے کہ یہ عیب نعوذ باللہ حق تعالی پر جو لگایا گیا ہے اس کا
منشاء صرف یہی ہے کہ اس سے مرزا صاحب کی عیسویت کو صدمہ
پہونچتا ہے اس لئے کہ اگر جسم خاکی آسمان پر جاسکے تو عیسی علیہ
السلام کی زندگی ثابت ہو جاتی ہے پھر مرزا صاحب کو کون
پوچھے غرض سبحان ربی سے یہ مطلب نکالنا صرف تحریف ہے
اصل یہ ہے کہ جب سوال کوئی بے موقع اور بد نما ہوتا ہے تو

اُس کے جواب میں یہ لفظ بطور تعجب کہا جاتا ہے چنانچہ اس حدیث شریف سے بھی ظاہر ہے جو بخاری شریف میں ہے عن عائشة ان امرأة سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن غسلها من المحیض فامرها کیف تغتسل قال خذی فرصة من مسك فتطهری بها قالت کیف اتطهر بها قال تطهری بها کیف قال سبحان اللہ تطهری فاجتبذ تها الی فقلت تتبعی اثر الدم ترجمہ یعنے ایک عورت نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ حیض کا غسل کس طرح کیا جائے فرمایا کہ ایک کپڑے کے ٹکڑے میں مشک لگا کر اس سے پاک کر کہا کیسے پاک کروں فرمایا پاک کر پھر اُس نے پوچھا کیسا فرمایا سبحان اللہ پاک کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنے طرف کھینچکر تدبیر بتلادی اب دیکھئے کہ خدائے تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں بلکہ صرف اُس بے موقع سوال کے جواب میں بطور تعجب لفظ فرمایا اسی طرح کفار کے اُن بے موقع اور مہمل سوالوں کے جواب میں اس لفظ کا استعمال کیا گیا وہ سوال بے موقع اس وجہ سے تھے کہ حضرت نے یہ دعویٰ کب کیا تھا کہ اپنی خودمختاری سے تمام خوارق عادات ظاہر فرمادیں گے حضرت تو ہمیشہ اپنی عبودیت

کے معترف تھے۔ مرزا صاحب کو اپنی مسیحیت اور نبوت ثابت کرنے
کے لئے کیا کیا دقتیں پیش آرہی ہیں کبھی تمام علمائے اسلام
کو مشرک بنانے کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی توہین اور حق تعالیٰ پر عیب لگانے کی احتیاج نعوذ باللہ من ذالک
اس تقریر سے ایک اور امر مستفاد ہے کہ مرزا صاحب معجزات کے
بھی قائل نہیں اس لئے کہ معجزات تو وہی ہوتے ہیں جو قدرت
الہیہ کی نشانیاں ہوں اور قدرت بشری سے خارج ہوں پھر
جب ایسی نشانیوں کا اظہار عیب اور خدائے تعالیٰ کو اُس سے
منزہ سمجھنے کی ضرورت ہو تو ممکن نہیں کہ ان کا وقوع ہو سکے اس
صورت میں بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث جو معجزات انبیا اور
کرامات اولیا سے بھری ہوئی ہیں نعوذ باللہ سب کو جھوٹی سمجھنا
پڑے گا بلکہ خود قرآن شریف میں بھی جو معجزات اور خوارق عادات
مذکور ہیں وہ بھی بقول مرزا صاحب قابل اعتبار نہ ہوں گے ہر چند
مرزا صاحب اپنے کو ہم خیال معتزلہ کا بیان کرتے ہیں چنانچہ ضرورۃ
الامام صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں کہ میں معتزلہ وغیرہ کے قول کو مسیح کے
وفات کے بارے میں صحیح قرار دیتا ہوں اور دوسرے اہل سنت
کو غلطی کا مرتکب سمجھتا ہوں مگر معجزات کے انکار سے ظاہر ہے کہ

مذاق فلسفی میں سرسید صاحب کے بہی ہمخیال ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ انہوں نے جس قدر دینی مسائل میں تفرقہ اندازی کی مقصود اس سے بظاہر مسلمانوں کی دنیوی خیرخواہی تہی اور مرزا صاحب کو اس سے بہی کچہہ کام نہیں چاہے دین و دنیا دونوں تباہ ہوجائیں مگر اُن کی مجددیت امامت مہدویت عیسویت وغیرہ جم جاوے تو بس ہے۔

ازالۃ الاوہام صہ ۶۷۳ میں لکہتے ہیں کہ اُس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے اور احمدؐ جمالی اور احمدؐ و عیسیٰؑ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں اسی کے طرف یہ اشارہ ہے۔ (ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بہی ہیں۔

یعنے جامع جلال وجمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا اس کے بعد خداے تعالی کی قدرت بیان کرکے اپنا الہام بیان کیا۔ وجعلناک مسیح ابن مریم اسکے بعد لکہا کہ جو عام طور پر مشائخ و علما ہیں ان میں موت روحانی پہیل گئی اس کے بعد

لکھا کہ اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس کی مدت ٹھیرائی ہے بہت سے اولیا بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت وانا علی ذهاب به لقادرون جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی بشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عدد میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔

جس آیت کو مرزا صاحب نے ذکر کیا وہ یہ ہے۔ واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ترجمہ جب کہا عیسی ابن مریم نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرنے والا اس کو جو مجھ سے آگے ہے توریت اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آوے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام ہے احمد۔

مرزا صاحب آپ اور عیسیٰ جمالی بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے مصداق ہونے سے خارج کر رہے ہیں مگر اُن کو ضرور تھا کہ پہلے قرآن و حدیث سے یہ ثابت کر دیتے کہ عیسی اور احمد جمالی نام ہیں اور محمد جلالی اور اس کے بعد یہ ثابت کرنے کی بھی ضرورت تھی کہ جمالی نام والے کی پیش گوئی جمالی نام والے کے واسطے ہونا ضرور ہے اس میں جلالی نام والا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کی خود سری بھی حد سے بڑھی ہوئی ہے احادیث کی وقعت تو اُن کے پاس اتنی بھی نہیں جتنی صدیق حسن خاں صاحب کے قول کی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا رہا کلام اللہ اُس کی حالت بھی دیکھ لیجئے حق تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اُس رسول کی بشارت دی جس کا نام احمد ہے اور وہ کہتے ہیں نہیں وہ غلام احمد قادیانی کی بشارت ہے۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی احمد بھیجا گیا پھر ایک الہام کا جوڑ لگا کر۔ (وجعلناك المسیح ابن مریم)

لکھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے یعنے آیۂ شریفہ ومبشرا برسول

یاتی من بعدی اسمہٗ احمد اپنے آنے کی پیش گوئی ہے اس لئے کہ الہام سے آپ مسیح ابن مریم ہیں اور احمد و عیسیٰ جمالی معنے کے رو سے ایک ہی ہیں تو جو احمد کی پیش گوئی ہے وہی عیسیٰ کی پیش گوئی ہوئی۔ اس سے حاصل مطلب صاف ظاہر ہے کہ رسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد سے مراد غلام احمد ہے جو عیسیٰ ابن مریم بھی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں۔

قولہ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں۔ یعنے اگر حضرت کا نام صرف احمد ہی ہوتا تو ممکن تھا کہ اس پیش گوئی سے کچھ حصہ مل جاتا کیونکہ آخر خود بھی تو احمد ہیں اور جب حضرت کا نام صرف احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہے تو آپ بالکل اس سے بے تعلق ہیں اس لئے کہ جلال و جمال سے مرکب ہونے کی وجہ سے خالص جمال نرہا جو عیسیٰ میں تھا اور پیشنگوئی اسی وقت صادق آئے گی کہ عیسیٰ کی حقیقت بھی اندر موجود ہو جیسا کہ لکھتے ہیں۔ برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

اس تحقیق سے ایک قاعدہ بھی معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام کسی کی نسبت پیش گوئی کرتے ہیں تو اُن کی حقیقت اُس میں ہوا کرتی ہے

جیسا کہ عیسیٰ کی حقیقت مرزا صاحب میں بے احادیث صحیحہ سے
اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ نوح علیہ السلام سے لیکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تک کل انبیا نے دجال کی پیشین گوئی کی ہے
اس قاعدہ کے رو سے مرزا صاحب کے اعتقاد میں یہ بات
ضرور ہوگی کہ کل انبیا کی حقیقت بس دجال میں ہے جس کے
قتل کرنے کے لئے مرزا صاحب آئے ہیں۔ مگر یہاں ایک
سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب مرزا صاحب کو افضل کہنا چاہئے
یا پادریوں کو کیونکہ مرزا صاحب میں تو صرف حقیقت عیسوی ہے
اور پادریوں میں بحسب قاعدہ مذکورہ تمام انبیا کی حقیقت ہے
قولہ اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ
بھی اُس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اسی طرف
یہ اشارہ ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد
اب یہ دیکھنا چاہئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قیامت
تک جتنے آنے والوں کا نام احمد ہو وہ غلام احمد ہو۔
یا احمد بیگ یا احمد خاں سب مثیل عیسیٰ ہوں گے یا ان میں
کوئی مابہ الامتیاز بھی ہے اگر بالکل تعمیم کیجاے تو مرزا صاحب
کی شیخی باقی نہیں رہتی اور اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں جس سے

مرزا صاحب ہی داخل ہوں لیکن جب ہم آیہ شریفہ کو دیکھتے ہیں
تو وہ بزبانِ فصیح کہہ رہی ہے کہ وہ خاص رسول ہے جس کا متبرک
نام احمد ہے نہ ان میں کوئی غلام ہے نہ بیگ نہ خان اس کے بعد
مرزا صاحب کا اس غرض سے کہ خود بھی شریک ہو جائیں یہ کہنا کہ
آنے والے کا نام احمد رکھا گیا ہے غلط ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے
کہ اس آنے والے رسول کا نام احمد ہے ہر چند مرزا صاحب
نے اس میں آنکھ بچا کر داخل ہونے کی یہ تدبیر نکالی کہ لفظ رسول
کو چھوڑ کر صرف آنے والے کا نام احمد ہے لکھدیا تا کہ لوگ رسالت
کے دعوے سے چونک نہ جائیں مگر سمجھنے والے سمجھ ہی جاتے
ہیں ؎

چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر ترک مست است مگر میل کبابے دارد

اگر یہ کہتے کہ اس آنیوالے رسول کا نام احمد ہے اور میں وہی ہوں
تو ہر طرف سے دارو گیر شروع ہو جاتی مگر داخل ہونے کے بعد چپ
نہ رہ سکے دبی آواز میں رسالت کا دعویٰ بھی کر ہی دیا چنانچہ اسی
بحث کے آخر میں لکھتے ہیں کہ میں آخری زمانہ میں بھیجا گیا تا کہ
آیہ شریفہ کا پورا مصداق بنجائیں اور رسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ
احمد میں کوئی کسر نہ رہ جائے یہاں شاید یہ کہا جائے گا کہ حق تعالےٰ

وارسلنا الریاح اور انا ارسلنا الشیاطین وغیرہ بھی فرمایا ہے
جب ہوائیں اور شیاطین کو اللہ تعالیٰ بھیجا کرتا ہے تو اگر مرزا صاحب
نے اپنے کو بھیجا گیا ہوں کہا تو کونسی بڑی بات ہو گئی اس کا جواب
یہ ہے کہ فی الواقع ہر چیز کو خاص کام کے لئے حق تعالیٰ بھیجا کرتا ہے
مثلاً ہواؤں کو پانی برسانے کے لئے۔ اب مرزا صاحب کو دیکھنا
چاہیئے کہ کس کام کے لئے بھیجے گئے ہیں وہ ایک جلیل القدر
شخص ہیں اس واسطے تو نہیں بھیجے گئے ہوں گے کہ زراعت
وغیرہ میں لگائے جائیں کیونکہ انہوں نے زمینداری چھوڑ
کر علمی خدمت اختیار کی ہے جس سے ہدایت یا ضلالت متعلق ہے
اگر انا ارسلنا الشیٰطین کے مد میں داخل ہیں تو ممکن ہے کیونکہ
شیاطین کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی قیامت تک گمراہ کرنے
والے ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہیں گے مگر مرزا صاحب اس کو
قبول نہ کریں گے اور یہی فرمائیں گے کہ میں ہدایت کے لئے
بھیجا گیا ہوں جس سے مقصود یہ کہ رسولوں کے زمرہ میں شریک
ہوں تو یہ بات اہل اسلام ہرگز قبول نہیں کر سکتے اس لئے کہ
حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما کر
ہمیشہ کے لئے تمام مدعیوں کو مایوس کر دیا غرض نہیں بھیجا گیا

ہوں کہنا ان کا سوائے دعوے رسالت کے اور کوئی بات نہیں اور یہ دعوے بمقتضائے مقام ان کو لازم بھی تھا اس لئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت شریفہ کے مصداق نہ ہوے تو بقول مرزا صاحب ضرور ہوا کہ وہ اس کے مصداق بنیں ورنہ خبر قرآنی خلاف واقع ہو جاتی تھی اور وہ خود کہتے بھی ہیں۔ رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے اپنی طرف اشارہ ہے غرض اس تقریر سے اور نیز بعض الہامات سے جن کو خود انہوں نے بیان کیا ہے مثلاً انی رسول اللہ الیکم جمیعا سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو دعوے رسالت ضرور ہے۔

اب ہم یہاں نہایت ٹھنڈے دل سے گذارش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مدعی رسالت ہیں اور جو مدعی رسالت ہو وہ دجال ہے۔ صغرا کا ثبوت ابھی معلوم ہوا اور کبری کا ثبوت اس حدیث شریف سے ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ رواہ احمد والبخاری ومسلم ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ کذا فی کنز العمال یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت اسوقت تک قائم نہ ہوگی جب تک

جھوٹے دجال قریب تیس کے نہ نکلیں گے سب کا دعوی یہی ہوگا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

شکل اول سے یہ نتیجہ نکلا کہ غلام احمد قادیانی دجال ہے تو پہلے ہی ایسا نام رکھا گیا کہ وہ مادۂ تاریخ اس خدمت کا بن سکے یعنے مسماۓ غلام احمد قادیانی بشکل اول دجال ہو تو اُن کے نام نامی سے مادۂ تاریخ اس خدمت کی نکل آنا ایک مناسبت کے ساتھ ہوگا بخلاف اس کے کہ اس عدد سے عیسویت ثابت کیجاۓ جیسا کہ مرزا صاحب نے کی ہے اب مرزا صاحب جو ازالۃ الاوہام میں لکھے ہیں کہ (گورنمنٹ عـه انگریزی دجال ہے) سو اس سے کیا فائدہ قولہ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس مدت ٹھہرائی الخ پہلے اس آیت کے بتلانے کی ضرورت تھی کہ چودہ سو برس تک مسیح کبھی نہ نکل آئے گا اور اگر حساب جمل سے نکل آنے کا نام قرار داد مدت ہے تو جن آیتوں میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اُن کے اعداد نکال کر دیکھ لیجئے کہ چودہ سو برس پر انحصار نہیں ہو سکتا پہلے سب سے زیادہ مستحق اعداد نکالنے کے لئے وہ آیۃ ہے جس میں حقیقتاً عیسیٰ یعنے احمد آنے کا ذکر ہے یعنے آیۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

عـه دگورنمنٹ رسالہ (تحفۂ) مرزا مطبوعہ ۱۲

مگر اس میں سولہ سو نکلتے ہیں چونکہ اس میں بہت سے تخرجہ کی
ضرورت ہے اس لئے مرزا صاحب اپنے کام میں اس کو نہ لاسکے
جب ان کو اس مضمون کی کوئی آیتہ نہ ملی جس میں عیسیٰ یا احمد
کا ذکر ہو تو بہ مجبوری یہ آیتہ اختیار کی وانا علے ذھاب بہ
لقادرون جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم اُس کے لیجانے پر قادر ہیں
اب یہ نہیں معلوم کہ کس کے لیجانے پر قادر ہیں کیونکہ آیتہ تو پوری
ذکر ہی نہیں کی جس سے ضمیر کا مرجع معلوم ہو اس لئے کہ اُس میں
اعداد بہت بڑھ جاتے ہیں اس الہام کو انہوں نے اس طرح
اُٹھایا کہ اس میں اسلامی چاند کے سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ
ہے جس سے ہر شخص سمجھ جائے کہ ضمیر چاند کی طرف پھرتی ہے
اور چاند جانے سے سلخ ہو جاتا ہے مگر پوری آیتہ جو دیکھی گئی تو
اس میں چاند کا ذکر ہی نہیں بلکہ یہ ذکر ہے کہ ہم آسمان سے
اندازہ کا پانی برسا کر اس کو زمین میں رکھتے ہیں پھر اُس کے بعد
فرمایا کہ ہم اس کو بھی لیجانے پر قادر ہیں کما قال تعالے و
انزلنا من السماء ماءً بقدر فاسکنٰہ فی الارض
وانا علی ذھاب بہ لقادرون۔ اس صورت میں مرزا
صاحب نے سنہ ۱۲۷۴ کے عدد کی آیت جو اس غرض سے نکالی

تھی کہ اپنے ظہور کے پیشتر اسلام کا چاند ڈوب جائے گا وہ بھی
صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں بھی تحریف کی ضرورت پڑی کیونکہ
یہ کی ضمیر کو چاند کی طرف پھیر دی جس کا ذکر ہی نہیں تاکہ جاہل
اعتبار کر کے سمجھ لیں شاید اوپر اس کا ذکر ہوگا پھر غلام احمد
قادیانی سے یہ نکالا کہ تیرہ سو برس میں عیسٰی نکلے گا اب دیکھئے
کہ اس سلسلہ تقریر کی ابتدا یہ تھی کہ عیسٰی علیہ السلام نے خبر دی
کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جنکا نام احمد ہے اس میں یہ
تحریف کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق نہیں آتی پھر
یہ بات بنائی کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ چودہ سو برس
تک عیسٰی نکلے گا پھر اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ عیسٰی
تیرہ سو برس میں نکل پڑا ایک آیت پیش کی کہ قرآن سے ثابت
ہے کہ سنہ ۱۲۷۴ میں اسلام کا چاند غروب کرے گا حالانکہ نہ اس میں
چاند کا ذکر ہے نہ ۱۲۷۴ کا پھر اپنے نام کے مجرد اعداد ۱۳۰۰ سو
سے یہ مطلب نکالا کہ عیسٰی کے نکلنے کا سنہ یہی ہے معلوم
نہیں کہ اس سنہ کے ساتھ عیسٰی کو کیا مناسبت پہلے کوئی آیت
یا حدیث سے یہ ثابت کرنا ضرور تھا کہ عیسٰی سنہ ۱۳ھ میں نکلے گا
اس کے بعد اگر یہ نام کے اعداد لکھے جاتے تو ایک شاعرانہ

مضمون کی دلیل بن سکتی اس تقریر سے تو وہ بھی نہ بنی۔
مرزا صاحب نے جو طریقہ ایجاد کیا ہے کہ کچھ کمی وزیادتی کرکے آیت یا حدیث کو اپنے مطلب کی تائید میں لے لیتے ہیں یہ طریقہ کوئی قابل تحسین نہیں اکثر آزاد غیر متدین بھی کام کیا کرتے ہیں مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں اور یہ الہام (انا انزلناہ قریبا من القادیان وبالحق انزلناہ و بالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولا) جو براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے بصراحت اور بآواز بلند ظاہر کررہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں یا احادیث نبویہ میں بطور پیشگوئی ضرور موجود ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا (انا انزلناہ قریبا من القادیان) تو میں نے سنکر بہت تعجب سے کہا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب انہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر جوڈالکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب

نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے
تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان
کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں
کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ
مدینہ قادیان مرزا صاحب کے دعوے عیسویت پر جب یہ اعتراض
ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق میں اترنا صحیح صحیح احادیث سے
ثابت ہے تو انہوں نے خود یہ سوال کر کے اس کا جواب
دیا کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے
چونکہ امام حسین کا مظلومانہ واقعہ خدائے تعالیٰ کے نظر میں بہت
عظمت و وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ
سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں
ہوگا اس لئے خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ آنیوالے زمانہ کو بھی اس کی عظمت
اور سچی مشابہت سے تنبیہ کرے اسوجہ سے دمشق کا لفظ بطور
استعارہ کہا گیا تاکہ پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے
وہ زمانہ آجائے جس میں لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت مسیح کے طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کے راہ
سے دمشقی اشقیا کے محاصرہ میں آکر قتل کئے گئے سو خدائےتعالیٰ

اس دمشق کو جس سے ایسے ظلم پر احکام نکلتے تھے اور جس میں ایسے
سنگدل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہو گئے تھے اس غرض سے
تشابہ بتا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا
ہیڈ کوارٹر ہو گا کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی ہی میں آتے رہے
ہیں اور خدائے تعالیٰ لعنت کی جگہ کو برکت کے مکانات بنا تا
رہتا ہے اس استعارہ کو خدائے تعالیٰ نے اس لئے اختیار
کیا کہ پڑھنے والے دو فائدے اُس سے حاصل کریں ایک یہ کہ امام
مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق
کے لفظ میں بطور پیشگوئی اشارہ کی طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی
گئی اس کی عظمت اور وقعت دلوں پر کھل جائے دوسرا یہ کہ
تا یقینی طور پر معلوم کر جائیں کہ جیسے دمشق میں رہنے والے
در اصل یہودی نہیں تھے مگر یہودیوں کے کام انہوں نے کئے
ایسا ہی جو مسیح آنے والا ہے در اصل مسیح نہیں ہے مگر مسیح
کے روحانی حالت کا مثیل ہے۔ اور اس جگہ بغیر اس شخص کے
کہ جس کے دل میں حسینؓ کی وہ عظمت نہ ہو جو ہونی چاہیئے ہر ایک
شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے بکمال انشراح
صدر سے ضرور قبول کرے گا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر

نظرِ امعان کرنے سے حق الیقین تک پہونچ جائیگا۔

اس تقریر میں مرزا صاحب نے کئی امور ثابت کئے ہیں۔

(۱) قرآن شریف میں قادیان کا نام موجود ہے۔

(۲) قادیان و دمشق میں مشابہت معنوی ہے۔

(۳) حدیث شریف میں قادیان بلفظِ دمشق بیان کیا گیا۔

(۴) دمشق کے لوگ ظالم ہونے کی وجہ سے قادیان میں برکت پھیلی اور عدل کا ہیڈ کوارٹر ہوا۔

(۵) عیسیٰ علیہ السلام کے دمشق میں اترنے کی پیش گوئی جو حدیث شریف میں ہے لفظ دمشق میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کا اشارہ ہے۔

(۶) یہ بات یقینی طور سے معلوم ہو گئی کہ جیسے دمشق میں مثیل یہود کے تھے ایسا ہی قادیان میں مسیح کا مثیل آئے گا

قرآن میں قادیان کا نام تلاش کرنے کی ضرورت مرزا صاحب کو اس وجہ سے ہوئی کہ انا انزلنا قریبا من القادیان کا الہام ہوا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ الہام بصراحت اور باواز بلند ظاہر کر رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے اس سے ایک نئی بات معلوم ہوئی کہ الہام میں جس چیز کا نام

وہ نام قرآن میں ضرور ہوا کرتا ہے اگر صرف یہی ایک آیت۔ آنا انزلناہ قریبا من القادیان قرآن میں بڑھا دی جاتی تو چنداں فکر کی بات نہ تھی یہ ایک مصیبت تھی کسی طرح نمٹ لی جاتی مگر اس قاعدہ نے تو کمر ہی توڑ دیا کہ جو چیز الہام میں ہو وہ قرآن میں بھی ہوگی مرزا صاحب کے الہاموں کا سلسلہ ایک مدت دراز سے جاری ہے اور ابھی اس کے ختم ہونے کی توقع بھی نہیں بلکہ زیادتی ہی کا اندیشہ ہے اس لئے کہ جس قدر پختگی بڑھتی جائے گی الہاموں کی آمد زیادہ ہوگی اور اگلے پچھلے الہاموں کی آیتیں بڑھتی جائیں گی جس سے بجائے خود ایک دوسرا قرآن تیار ہو جائے گا۔ قادیان والی آیت ایک عالم کو برہم کر رہی ہے جب وہ پوٹ کا پوٹ نیا قرآن نکلے گا تو معلوم نہیں کیسی قیامت برپا کرے گا ؎

روز اوّل کہ سر زلف تو دیدم گفتم
کہ پریشانی ایں سلسلہ را آخر نیست

اس الہام میں یہ نہیں معلوم ہوا کہ انا انزلنا کی ضمیر کس طرف پھرتی ہے اگر قرآن کی طرف ہے تو چنداں مضائقہ نہیں اس لئے کہ جو قرآن قادیان میں اترتا ہے اس میں قادیان کا نام بے موقع

ہو گا مگر مرزا صاحب کا اس پر راضی ہونا دشوار ہے وہ تو یہی
فرما دیں گے کہ اگر جعلی قرآن میں بہائی صاحب نے یہ آیت نکالی
تو لطف ہی کیا رہا عظمت و شان قادیان تو جب ہو گی کہ قرآن
قدیم میں یہ آیت بڑھے اسی وجہ سے یہ لکھتے ہیں کہ قادیان
کا نام اعزاز کے ساتھ مثل مکہ و مدینہ قرآن شریف میں درج کیا
گیا ہے اور انزلناہ کی ضمیر مسیح وغیرہ کے طرف پھر نہیں سکتی اس لئے
کہ اس کا ذکر پہلے نہیں جو شرط ضمیر غائب ہے اور اگر یہی مطلب ہوتا
تو مثل دوسرے الہاموں کے انزلناک بصیغۂ خطاب ہوتا یا
مرزا صاحب خود کہہ دیتے کہ انا انزلناہ کی ضمیر میری طرف پھرتی
ہے اور جہاں قرآن شریف میں انا انزلناہ اور بالحق انا انزلناہ و بالحق نزل
وارد ہے قرآن شریف کی طرف ضمیر پھرتی ہے. اس سے صاف ظاہر
ہے کہ انا انزلناہ کی ضمیر قرآن ہی کی طرف پھرتی ہے مگر جب
واقعہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں کہ قرآن
قریب قادیان نہیں اتارا گیا اور ہم مرزا صاحب پر بھی جھوٹ کا
الزام نہیں لگا سکتے کہ بغیر الہام ہونے کے کہہ دیا کہ مجھ پر یہ الہام
ہوا اب سخت دشواری یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کو سچے کہیں تو
قرآن کا قادیان میں اترنا واقع کے خلاف ہے اور اگر واقعہ کا

لحاظ کریں تو مرزا صاحب جھوٹے ہوئے جاتے ہیں۔ مگر تطبیق
و توفیق کی ضرورت نے ہمیں ایک ایسا کھلا راستہ دکھلا دیا کہ ہم
اس سے ہرگز چشم پوشی نہیں کر سکتے وہ یہ کہ انا انزلناہ
کا کہنے والا کوئی دوسرا ہی ہے جس کی تصدیق خود مرزا صاحب
ہر جگہ کرتے ہیں چنانچہ ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں جب کہ
سید عبدالقادر جیسے اہل اللہ و مرد فرد کو شیطانی الہام ہوا تو
دوسرے عامۃ الناس اس سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس صورت
میں مرزا صاحب کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے کہ ان کو الہام ضرور
ہوا اور قرآن شریف کا قادیان میں اترنا بھی نہیں لازم آتا البتہ صرف
اتنی جرأت کی ضرورت ہے کہ وہ الہام شیطانی مان لیا جائے اور یہ
پسنداں بد نما بھی نہیں اس لئے کہ جب ہم خلاف واقع اور جھوٹ کے
مقابلہ میں اسکو لا کر دیکھتے ہیں تو بمصداق من ابتلی ببلیتین فلیختار اھونھا
اس کو الہام شیطانی سمجھنا مرزا صاحب کو بھی مفید ہے
اس لئے کہ جھوٹا رسول ہرگز نہیں ہو سکتا جس کا دعویٰ مرزا صاحب
کو ہے اور نہ مجدد و امام زماں کی یہ شان ہے کہ خلاف واقعہ یا
جھوٹ کوئی خبر دے رہا الہام شیطانی سو بقول مرزا صاحب
بڑے بڑے لوگوں کو ہو چکا ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اس صورت

میں مرزا صاحب اپنی ذات سے بری الذمہ ہو جائینگے کہ جو کچھ انھوں نے واقعہ میں دیکھا کہدیا اس سے کیا بحث کہ دکھانے والا کون تھا وہ فعل مرزا صاحب کا نہیں جو اوس کے ذمہ دار ہوں بلکہ دکھانے والا قابل مواخذہ ہوگا ہرچند وہ اپنی برات ظاہر کرے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٓ منک انی اخاف اللّٰہ رب العلمین مگر مواخذہ سے وہ بری نہیں ہو سکتا جیسا کہ اوسی آیہ شریفہ کے آخر میں ہے۔ فکان عاقبتہما انہما فی النار۔

البتہ ایک الزام مرزا صاحب کے ذمہ عائد ہوگا کہ انھوں نے الہام شیطانی اور رحمانی میں فرق نہ کیا مگر اہل دانش اس باب میں بھی اون کو معذور رکھ سکتے ہیں کہ الہام ایک کیفیت وجدانی کا نام ہے جو انسان میں پائی جاتی ہے اور وہ اس کو اپنے میں احساس کرتا ہے یہ کیا معلوم وہ کہاں سے آئی جب شیطان الہام کرنے پر قادر ہے تو وہ ایسا بے وقوف نہیں کہ اپنا نام اوس الہام کے وقت بتا کر خبردار کردے جس سے اوس کا مقصود فوت ہو جائے غرض اس الہام کو شیطانی کہیں تو مرزا صاحب کے ذمہ

اس کا قصور عائد نہیں ہو سکتا مگر مرزا صاحب کو یہ فرمانا سزاوار
نہیں کہ قرآن شریف میں قادیان کا نام ہے مرزا صاحب کو اپنے
الہام و مکاشفہ پر کس قدر وثوق ہے جو کہتے ہیں کہ یہ الہام
بصراحت اور بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف
میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفہ کی نسبت
کہتے ہیں کہ اوس میں ایک ایسا ابہام رہتا ہے کہ اوس کی
تعبیر کی حاجت ہوتی ہے. چنانچہ اوپر معلوم ہوا. ادنے تامل
سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اپنے مکاشفہ کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مکاشفہ سے کس قدر بڑہا رہے ہیں اور کس قدر
اپنی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس باب میں بیان
کر رہے ہیں مگر آخری زمانہ کے مسلمانوں کو اس کی کیا پروا
وہ لکھتے ہیں کہ قادیان اور دمشق میں مشابہت معنوی ہے
اس لئے کہ امام حسین اور عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات
نہایت ہمرنگ ہیں مطلب اس کا یہ ہوا کہ قادیان مشبہ اور دمشق
مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ مظلومیت کا مقام ہونا مرزا صاحب
کو ضرور تھا کہ دونوں واقعوں کی ہمرنگی پہلے ثابت کرتے کیونکہ قرآن
شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ مارے گئے نہ سولی پر چڑہائے گئے

بلکہ نہایت عظمت وشان کے ساتھ شادان وفرحان آسمان پر چلے گئے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ و لکن شبہ لہم وقولہ تعالیٰ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ اور اگر بالفرض عیسیٰ علیہ السلام بحالت مظلومی سولی پر چڑھائے بھی گئے جیسے مرزا صاحب کہتے ہیں تو پہلے یہ ثابت کرنا ضرور تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قادیان میں ظلم ہوا تاکہ قادیان اور دمشق میں مشابہت ثابت ہو جو مقصود اس تقریر سے ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جاتا کہ امام حسین علیہ السلام دمشق میں مظلوم شہید ہوئے کیونکہ ان دونوں شہروں میں جو مشابہت بیان کیجا رہی ہے اس میں وجہ شبہ یہی ہے کہ دونوں مظلومیت کے مقام ہیں اور اگر وجہ شبہ یہ ہے کہ اجرائے احکام ظلم کے مقام ہیں تو یہ ثابت کرنا ضرور تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کے احکام قادیان سے جاری ہوئے تھے جیسے دمشق سے امام حسین پر ظلم کرنے کے احکام جاری ہوئے اور یہ دونوں امر خلاف واقع ہیں یعنے نہ دمشق میں امام حسین پر ظلم ہوا نہ قادیان میں عیسےٰ علیہ السلام پر پھر ان دونوں واقعوں کے ہمرنگ ہونے سے قادیان و دمشق میں مشابہت کہاں سے آگئی

کیونکہ وجہ شبہ طرفین میں موجود نہیں حالانکہ مشابہت کے لئے
اس کا طرفین میں موجود ہونا ضرور ہے۔
پھر مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ لفظ دمشق بطور استعارہ قادیان
پر استعمال کیا گیا اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے اذ بعث
اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق
یعنے عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے شرقی جانب منارہ کے پاس
اتریں گے مقصود ان کا یہ ہے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے
عموماً اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ استعارہ ایک قسم کا مجاز
ہے اسلئے کہ اس میں بھی لفظ اپنے معنے موضوع لہ میں مستعمل
نہیں ہوتا اس وجہ سے وہاں ایسے قرینہ کی ضرورت ہے کہ معنے
موضوع لہ مراد نہونے کو صراحتاً تبلادے یہ امر ظاہر ہے کہ اگر کوئی
کہے کہ میں نے ایک شیر کو دیکھا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ شیر کو
دیکھا ہوگا یہ کوئی نہ سمجھے گا کہ کسی جوان مرد آدمی کو اس نے دیکھا
ہے جب تک کوئی قرینہ اوس پر قائم نہ کیا جائے اور اگر یوں کہے
میں نے ایک شیر کو دیکھا جو تیر چلا رہا تھا تو اوس سے ہر شخص
سمجھ جائے گا کہ اوس نے شیر کو دیکھا نہیں بلکہ کسی جوانمرد آدمی کو
دیکھا ہے کیونکہ تیر چلانا اس امر پر قرینہ ہے کہ شیر کے حقیقی معنے

مراد نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک قرینہ قائم نہو معنے حقیقی متروک نہیں ہو سکتے اب دیکھئے کہ اگر اس حدیث شریف میں دمشق کے حقیقی معنے متروک ہوتے اور قادیان اوس سے مراد ہوتا تو اس پر کوئی قرینہ ضرور ہوتا حالانکہ کوئی قرینہ نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ دمشق اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے اور قادیان اوس سے مراد سمجھنا محض غلط ہے۔

اور نیز علم بیان میں مصرح ہے کہ استعارہ اعلام میں جائز نہیں مثلاً کہا جائے کہ فلاں شخص مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور اوس سے یہ مراد لی کہ دہلی یا لکھنؤ میں داخل ہوا تو ہرگز صحیح نہیں اسیطرح دمشق سے قادیان مراد لینا صحیح نہیں شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ سخی کو حاتم کہنا صحیح ہے حالانکہ حاتم بھی ایک شخص کا نام تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حاتم سخاوت میں ایسا مشہور ہے کہ شخصی معنے کے طرف ذہن نہیں جاتا بلکہ حاتم کہنا اور جواد کہنا برابر ہے۔

اسوجہ سے گویا علمی معنی اوس کے متروک ہو گئے چنانچہ تمام کتب فن میں مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ دمشق میں یہ بات صادق نہیں آتی جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق میں اترنا بیان فرمایا اوس وقت یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ

محل اجرائے احکام ظلم ہے بلکہ برعکس مسلمانوں کے اعتقاد میں
وہ نہایت عمدہ اور برگزیدہ مقام تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نہایت فضیلت اوسکی بیان فرمائی تھی چنانچہ صحیح روایتوں میں
وارد ہے کہ شام اللہ تعالیٰ کے پاس تمام شہروں میں برگزیدہ اور
پسندیدہ مقام اور خدائے تعالیٰ کے بہترین عباد کے رہنے کی جگہ
ہے اور خاص دمشق کی فضیلت میں یہ وارد ہے کہ شام کے تمام شہروں
میں دمشق بہتر ہے اب غور کیا جائے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے دمشق کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہ اور تمام امت
میں اوس کی عمدگی مشہور ہوگی یا بقول مرزا صاحب اوس کی خرابی
کہ وہاں کے لوگ بدترین خلق ہیں اگرچند روز یزید نے ظلم سے
احکام جاری کئے تو اس سے دمشق کی ذاتی فضیلت کو کیا نقصان
جیسے ابوجہل وغیرہ سے مکہ معظمہ کی عظمت میں کوئی نقصان نہ آیا
یہ تو قاعدہ ہے کہ جہاں اچھے لوگ بکثرت ہوتے ہیں چند برے بھی ہوتے ہیں
بڑی حیرت کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو دمشق کو اچھا اور
اوس میں رہنے والوں کی تعریفیں فرماویں اور مرزا صاحب برخلاف
اوس کے یہ کہتے ہیں کہ وہ برا اور اُس میں رہنے والے نہایت
برے ہیں یہ کیسی بے باکی ہے کہ امتی ہونے کا دعوے اور اوسپر

یہ مخالفت نعوذ باللہ من ذلک۔ اب دیکھئے کہ نہ دمشق میں نہ کوئی ذاتی برائی ہے نہ باعتبار واقعہ کے اس میں کوئی برائی آئی نہ قادیان کو دمشق میں کسی بات میں مشابہت ہے نہ استعارہ دمشق کا علم ہونے کی وجہ سے صحیح ہو سکتا ہے مگر مرزا صاحب زبردستی نزول عیسیٰ علیہ السلام کی حدیث کو جھوٹی بنانے کی فکر میں ہیں لکھتے ہیں کہ نہ عیسیٰ اتریں گے نہ دمشق اون کے اترنے کی جگہ ہے اگر عیسیٰ ہوں تو میں ہوں اور اگر اون کے اترنے کی جگہ ہے تو قادیان ہے یہاں مجنوں کی حکایت یاد آتی ہے کسی نے اوس سے پوچھا کہ خلافت امام حسین کا حق تھا یا یزید کا اوس نے کہا کہ نہ اون کا حق تھا نہ اوس کا میری لیلیٰ کا حق تھا مرزا صاحب بھی چونکہ عیسویت کے عاشق ہیں اس قسم کی بات کہیں تو کوئی تعجب نہیں مگر مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے مجنونانہ مضامین کو قابل اعتماد نہ سمجھیں۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے دمشق کو نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل دمشق عدل اور ایمان پھیلانے کا ہیڈ کوارٹر ہوگا کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں آتے رہتے ہیں۔

حاصل یہ کہ قادیان مثیل دمشق ہے یعنی ظالموں کی بستی ہے اور ایسے بستیوں میں انبیا آتے رہتے ہیں اس لئے خود بدولت

قادیان میں عدل پھیلانے کو آئے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوّت کے قائل نہیں جب ہی تو کہا کہ (انبیا ایسے بستیوں میں آتے رہتے ہیں اگر ختم نبوت کے قائل ہوتے تو آتے رہتے تھے کہتے جب قادیان کا ظالموں کی بستی ہونا ثابت کر کے کہا کہ ایسی بستیوں میں انبیا آتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ دعوے کیا کہ میں اوس میں ایمان و عدل پھیلانے کو آیا ہوں اور نیز لکھتے ہیں کہ آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی احمد بھیجا گیا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا تو اب اون کے دعوے نبوّت میں کیا شک ہے۔

مرزا صاحب نبوت کے طمع میں قادیان کے لوگوں کو زبردستی ظالم بنا رہے ہیں ہمنے تو نہ کسی سے یہ سُنا کہ قادیان ظالموں کی بستی ہے نہ کوئی اس میں ظلم کا ایسا واقعہ کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ غیر معمولی طور پر یادگار رہو البتہ ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ مرزا صاحب پر وہاں کے لوگوں نے یورش کی ہوگی۔ مگر وہ بیچارے اس میں معذور ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کی دل آزاری اور اشتعال طبع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اُن کے علما و مشائخین زمانہ پر گالیوں اور لعنت کی وہ بوچھار کی کہ الاماں۔ جس کو آپ دیکھ چکے اُن کی دینی کتابوں کو لکھا کہ

کہ شرک سے بھری ہوئی ہیں اون کے اعلیٰ درجہ کے مقتدا
یعنے صحابہ اور تابعین و محدثین وغیرہم پر شرک کا الزام لگایا اون
کے نبی کی شان میں جو آیت وارد ہوئی اوس کے مصداق
خود بن بیٹھے اون کی کتاب یعنے قرآن شریف میں تحریف کرکے
بگاڑنے کا گویا بیڑا اوٹھایا نبوت اور رسالت کا دعوے کرکے
اون کے نبی کی ریاست کو جو قیامت تک قائم ہے چھیننا چاہا اسپر
بھی اگر وہ لوگ برہم نہ ہوتے تو خدا اور رسول کیے پاس اون کا
نام کس زمرہ میں لکھا جاتا اور ہم چشموں میں اون کی کس درجہ کی
بیحمیتی اور بے غیرتی ثابت ہوتی کیسا ہی بیغیرت مسلمان ہو
ممکن نہیں کہ اتنی باتیں سنکر اوس کی رگِ حمیت جوش میں نہ آئے
مرزا صاحب اگر گورنمنٹ کی حمایت میں نہ ہوتے تو دیکھیے کہ قادیان
ہی کے لوگ کیا کرتے اب بھی کسی اسلامی سلطنت میں اپنے
تصنیفات لے جائیں اور پھر دیکھیں کہ کیا کیفیت ہوتی ہے۔
مرزا صاحب کو گورنمنٹ کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہیے مگر بجائے
شکریہ کے گورنمنٹ کو دجال کہتے ہیں جیسا کہ رسالہ عقائد مرزا مطبوعہ
امرتسر میں لکھا ہے اور وہ قادیان کی گورنمنٹ کو ظالم قرار
دیتے ہیں کیونکہ اوس کو دمشق کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں

جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ جیسے دمشق کی حکومت سے
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ پر ظلم اور بیداد کے
احکام جاری ہوئے قادیان کی حکومت سے بھی ایسا ہی ہوا۔
ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ پر دمشق میں ظلم نہیں
ہوا جس سے مرزا صاحب کی مظلومیت قادیان میں بطور تشبیہ ثابت
ہو۔ لسان شرع شریف سے تو دمشق کی مدح ثابت ہے مگر مرزا صاحب
اوس کی مذمت اس بنا پر کرتے ہیں کہ اوس میں حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس برس بعد
ظلم ہوا حالانکہ حضرت نے شہادت کا واقعہ جو بیان فرمایا اوس میں
اگر دمشق کا نام بھی ہوتا تو یہ سمجھا جاتا کہ یہ شہر دار الظلم ہوگا برخلاف
اوس کے انخاص طور پر صراحتاً دمشق کی تعریف کی جیسا کہ ابھی معلوم
ہوا اگر صرف اس بنا پر کہ کسی زمانہ میں کسی شہر میں ظلم ہوا اور ایسے
شہر کا نام لینے سے اوس ظلم کی طرف اشارہ ہوتا ہو تو یہ لازم آئے گا
کہ جہاں مکہ معظمہ کا نام قرآن و حدیث میں آئے اون تمام اذیتوں
کی طرف اشارہ ہو جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دس بارہ سال
تک ہوتی رہیں جن کا حال متعدد احادیث میں موجود ہے۔ اہل اسلام
پر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ تکلیف کا صدمہ اس قدر

ہونا چاہیئے کہ اپنی یا اورکسی کی موت سے ہو چہ جائے کہ اتنی مدت مدید تک پیہم صدمات وتکالیف شاقہ جاری رہے جس سے ہجرت کی نوبت پہونچی۔ اگر ذکر مکہ سے اشارہ اُن تمام لوہیوں کی طرف ہو تو وہ شہر مبارک بقول مرزا صاحب معاذ اللہ مبغوض ہونا چاہیئے حالانکہ نہ کسی حدیث سے مرزا صاحب اوس کا مبغوض ہونا ثابت کرسکیں گے۔ نہ کوئی مسلمان اوس کو مبغوض کہہ سکتا ہے کیونکہ چند بدمعاشوں کی ظلم وزیادتی سے کوئی متبرک اور ممدوح شہر مبغوض نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب جو دمشق کو مبغوض قرار دے رہے ہیں صرف کارسازی اور خودغرضی ہے۔ مقصود صرف انکا یہ ہے کہ عوام الناس کو جو ظاہر بین ہوتے ہیں ایک واقعہ جانکاہ یاد دلاکر اُس کی خرابی کی جہت کی طرف متوجہ کردیں اور ساتھ ہی وہی جہت قادیان میں قائم کرکے دمشق سے مراد قادیان لےلیں جس سے اپنی عیسویت جہلا کے پاس جم جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود صریح فوت ہوجائے اس لئے کہ مقصود اس حدیث شریف سے اسی قدر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں اُتریں گے نہ اُسکے سیاق وسباق میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام ہے نہ دمشق کی خرابی نہ کسی

طرف اشارہ ہے۔ اب دیکھئے کہ یہ کیسی کھلی کھلی تحریف ہے۔
مرزا صاحب کو منظور تھا کہ قادیان کو دمشق ثابت کریں اسلئے یہ واسطہ
قائم کرنیکی ضرورت ہوئی کہ قادیان کے لوگ یزیدی الطبع ہیں اگر اسکو مکہ
بنانا منظور رہوتا تو یہ آیۂ شریفہ انّ اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ
مبارکا وھدی للعلمین پیش کر کے وہی تقریر فرماتے کہ مکہ کا لفظ محض
استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
وہاں نہایت ظلم ہوا اور قادیان میں ابوجہلی الطبع لوگوں نے اپنے برگزیدہ نبی پر
ظلم کیا اسلئے مکہ سے قادیان مراد ہے بمناسبت مردم یزیدی الطبع قادیان
دمشق ہو تو بہ مناسبت ابوجہلی الطبع قادیان مکہ بننے کو کیا دیر۔
مرزا صاحب کی غمخواری حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نسبت سلام روستائی
سے کم نہیں ان حضرت کو ان امور سے کام ہی کیا۔ وہاں تو علانیہ بے دھڑک
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اعتراضات ہوتے ہیں کہ انہوں نے خواہ مخواہ
سلطنت میں مداخلت کر کے مخالفت کی جیسا کہ صاحب عصائے موسیٰ نے مدلل
لکھا ہے اور خط مولوی نورالدین صاحب کا جو مرزا صاحب کے اعلیٰ درجہ کے
حواریین میں سے ہیں نقل کیا ہے جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ لا
یبلغ المومن من حجر واحد مرتین وارد ہے
حضرت امام اس حجرہ میں کیوں جا گھسے صحابہ کی مشورت کے خلاف

کیوں کیا۔

لیجئے جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حرکت دعوی خلافت قابل مواخذہ واعتراض ٹھہرے تو یہ اظہار خوش اعتقادی غرض آمیز نہیں تو کیا ہے۔ اگر مرزا صاحب کی خوش اعتقادی دلی ہوتی تو اون کے مریدین کو بھی ایسی تقریروں کی جرات نہوتی

تحریر فرماتے ہیں کہ یقینی طور پر سے معلوم ہوگیا کہ جیسے دمشق میں مثیل یہود کے تھے ایسا ہی قادیان میں مسیح کا مثیل آئیگا۔ سبحان اللہ کجا دمشق کجا قادیان پھر طرفہ یہ کہ تمام مسلمانوں کو یقین بھی آگیا مرزا صاحب کو یقین ایسے باتوں کا ہوا کرتا ہے لیکن احادیث صحیحہ پر یقین نہیں آتا اللھم انا نعوذبک من شرور انفسنا یہ چند تحریریں جو مرزا صاحب کی لکھی گئیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں

انشاء اللہ تعالی آئندہ جب فرصت وقت اور بھی لکھی جائینگی اسوقت اکثر احباب کی یہ رائے ہوی کہ بالفعل یہ رسالہ انوار الحق جسقدر لکھا گیا طبع کرا دیا جائے تاکہ جسکو توفیق ازلی جواس سے بہرہ یاب ہو اسلئے اس حصہ کو میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ الہی بطفیل اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اسلام کو توفیق عطا فرما کہ جو راہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اور صحابہ سے آج تک اہل حق کا اسپر اتفاق

واجماع رہا اوسکی پیروی میں مصروف اور رہنے ۔ وین وائین وخیالات سے محترز اور محفوظ رہیں ۔ آمین

قطعہ

تاریخ طبع سابق طبعزاد جناب معلی القاب مولوی مظفر الدینصاحب المتخلص معلی رحمۃ اللہ علیہ

چو مولائے من مقتدائے زمن	درین نسخہ فرمود اظہار حق
شنود از خیالات باطل بروں	کہ زغور اگر ہر طلب گار حق
شنودم جو فکر سنہ طبع او	پئے شکر وتحسین این کار حق
معلی دلم گفت تاریخ طبع	زہے جلوہ فیض ۔ انوار حق

۱۳۲۲ھ

صحت نامہ انوار الحق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	٢	٣	٤	١	٢	٣	٤
٢	٣	ملادیتے ہیں	ہلادیتی ہیں	١٠٠	٧	زراق	رازق
٧	٨	فماکانوا	فیماکانوا	١٠٦	١٥	قرض	فرض
٢١	١٥	کرم اللہ وجہ	کرم اللہ وجہہ	١٠١	٢	کیا	گیا
٢٥	٩	"	"	١٣٨	١٣	مادی الراے	بادی الراے
"	١٠	تہبند	تہ بند	١٣٥	٢	لے آللہ	لے آ اللہ
"	١٦	وجہ	وجہہ	١٣٧	١٣	کہا	کہہ
"	٢٦	"	"	١٥٩	١٢	صفرا	صغریٰ
٢٩	١١	الجواہر المکملہ	الجواہر المکللہ	١٦٢	٣	تہ	بلہ
٣٩	٠	٠	البیاض صحیح	١٦٦	١٣	انزلنا	انزلناہ
٨٢	١٣	وما	وَمآ	١٦٩	١٣	الیلی	ابتلی
٨٣	٨	کی	کمی	١٧١	٧	تال	تامل
٩٨	١	فی اذا هم	فی اذا انهم	١٧٢	١٧	و مشق	دمشق
١٠٠	٣	رزاق	رازق	١٨١	١٥	حوارین	حواریوں

فہرست انوار الحق

غلط نامہ کتاب نمبر ۱ (۱۰۵)

اعلان

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کے تصانیف جنکی بسبب تقاضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے ہمارے یہاں موجود ہیں شائقین کے طلب پر دستیاب ہو سکتی ہیں

انوار احمدی اسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابہ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل کے تحقیقات ہیں جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنی خوبی اور بے نظیری کے باعث ہاتوں ہاتھ تقسیم ہو چکی تھی اب پھر شائقین کے تقاضہ پر مکرر طبع ہوئی ہے قیمت ۴ر

کتاب العقل اسمیں عقل کی حقیقت کھولدی گئی ہے کہ دینی ابواب میں کہاں تک چل سکتی ہے اور حکماء وفلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑھتا تھا اُنکے جوابات عقل سے دیے گئے ہیں کاغذ مرپونڈ قیمت ۸ر

افادۃ الافہام ہر دو حصہ یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ وعہدیانہ جواب دیے گئے ہیں جنکے ضمن میں کئی دینی ضروری مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہیں اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے قیمت ہر دو حصہ چکنا کاغذ ۸۰ پونڈ عہ

مقاصد الاسلام از اول تا حصہ نہم جنمیں مباحث اخلاق تمدن فقہ کلام اور تصوف وغیرہ ہیں قیمت ۱۴ر

حقیقۃ الفقہ ہر دو حصہ جنمیں محدثین اور فقہا کے فرائض منصبی اون کے کارنامہ اور حدیث فقہ اور اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کیگئی ہے خصوصاً امام صاحب کی جانفشانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح وبسط سے لکھی گئی ہیں قیمت ۶ر

ضمیمہ رسالہ مقاصد الاسلام حصہ ہشتم رسالہ مذکور کی تقریر جو علوم عربیہ کی ضرورت پر جلسہ دستار بندی میں ہوئی تھی بعض حضرات کے اصرار پر چھاپ دی گئی ہے قیمت ۱ر

المعلن

ابو الحامد مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی مہتمم دار الاشاعت مدرسہ دار العلوم نظامیہ اندرون شبلی گنج حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ پیشتر ایک رسالہ مسمی بافادۃ الافہام لکھنے کا اتفاق ہوا تھا جس میں ازالۃ الاوہام کے اُن کے استدلالوں کا جواب دیا گیا جو مرزا صاحب نے آیات قرآنی سے کیا۔ اس کے بعد تائید الحق مصنفہ مولوی حسن علی صاحب لکچرار دیکھنے میں آئی۔ جس میں انہوں نے ایک لمبی چوڑی تمہید کرکے مدبرانہ انداز سے مرزا صاحب کی تائید کی اس تقریر کا یہ اثر دیکھا گیا کہ ہمارے ہم مشرب بعض حضرات بھی اُس کی تحسین کرنے لگے اور تعجب نہیں کہ اُس نے بہتوں کو متزلزل کردیا ہو